مسلسل اشاعت کے 59 سال

ماہنامہ

الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلّہ

701

جمادی الثانی،
رجب ۱۴۴۵ھ

جنوری ۲۰۲۴

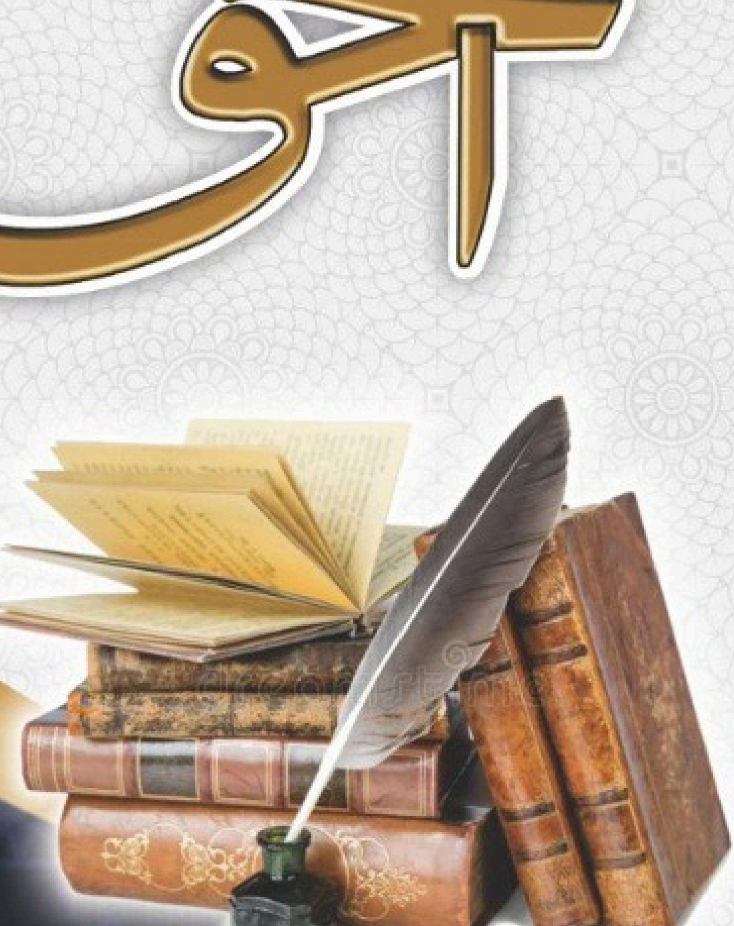

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمَا

جلد نمبر 59
شمارہ نمبر 04
جمادی الثانی، رجب ۱۴۴۵ھ
جنوری ۲۰۲۴ء

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

بانی	باہتمام	نگران	مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	مولانا حامد الحق حقانی	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی

فہرست مضامین

منتظمین: مولانا محمد فہد، بابر حنیف

- نقش آغاز: متوقع قومی انتخابات، غزہ میں فلسطینیوں کا قتل عام جاری، ڈاکٹر مولانا محمود الحسن
  عارف صاحب کی جدائی .... مولانا راشد الحق ۲
- فضلائے کرام کی ذمہ داریاں وفرائض منصبی ...... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق ۷
- جامعہ حقانیہ کی جلسہ دستار بندی کی روداد .... مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی ۱۴
- ملفوظات امام لاہوریؒ .... (قسط ۶) .... مولانا حافظ خرم شہزاد ۱۷
- حضرت مولانا محمد ادریس کا سفر جاپان ...... (قسط ۳) .... مولانا اسامہ سمیع ۲۲
- ''تفسیر لاہوری'' ایک مستند تفسیری مجموعہ .... جناب شجاع الدین شیخ ۲۸
- ڈیجیٹل دور میں روحانی سکون و اطمینان کی راہ .... جناب محمد علم اللہ ۳۰
- علمائے کرام اور سائنسدانوں کی ذمہ داریاں اور کام کا دائرہ کار ...... ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی ۳۴
- گھریلو کمیٹیوں کی شرعی حیثیت: ایک فقہی تجزیہ .... مولانا مفتی عبید الرحمٰن ۴۲
- برطانوی استعمار کی آمد تسلط اور نفوذ میں ریسورس پرسن کا کردار ...... جناب صابر علی ۵۵
- دارالعلوم کے شب وروز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۹
- تعارف وتبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۲

نوٹ: مضمون نگار حضرات کی آراء سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ ''الحق''، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 -923 92+ فیکس 630922 923 92+
ای میل: ------- Email: editor_alhaq@yahoo.com موبائل نمبر: 03159898998 0333-9167789
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk ------- فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/70 روپے۔ سالانہ -/800 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا راشد الحق سمیع، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مولانا راشد الحق سمیع

متوقع قومی انتخابات

''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں ایک بار پھر سے انتخابات کی آمد آمد ہے اور انتخابی دنگل شروع ہو چکا ہے، سیاسی جماعتیں اپنی انتخابی مہم میں کچھ نہ کچھ سرگرم عمل ہیں لیکن اس بار قومی انتخابات میں پچھلے الیکشنوں کی طرح کوئی خاص سیاسی گہما گہمی دکھائی نہیں دے رہی ہے، دراصل عوام پر سب کچھ واضح ہو چکا ہے کہ اب کی بار بھی پرانے طرز پر انتخابات کو دہرایا جار ہا ہے اور الیکشن سے پہلے ہی سلیکشن کی جا چکی ہے لہٰذا اس بے جان اور تاریخ کے متنازع ترین انتخابی مہم میں اِکا دُکا آوازیں سنائی دے رہی ہیں ،عوام کی اکثریت اس سے الگ تھلگ ہے اور وہ شدید مایوسی کا شکار نظر آ رہے ہیں، نہ انہیں عمران خان نے منزل مقصود تک پہنچایا ہے نہ جنرل مشرف، نہ نواز شریف اور نہ زرداری وغیرہ نے۔

سابقہ انتخابات کی طرح بدقسمت پاکستانی عوام کے ساتھ اس بار بھی الیکشن مہم کے دوران سیاسی رہنما وہی پرانے جھوٹے بلند و بانگ دعوے دوہرا رہے ہیں کہ قوم کے دن پھرنے والے ہیں ایک بار پھر ہمیں موقع فراہم کیا جائے ہم ہی ملک وملت کی قسمت سنوارنے والے ہیں اور ہم اقتدار میں آ کر تمام چوروں ،لٹیروں اور کرپٹ عناصر کا قلع قمع کریں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہی رہنما اس تمام شر وفساد کا باعث ہیں اور موجودہ ملکی ،سیاسی و معاشی تباہ حال صورتحال انہی کے سیاہ کرتوتوں اور کرپشن کا شاخسانہ ہے۔اس بار بھی نئے انتخابات کے ڈھونگ کے بعد سب کچھ ویسے کا ویسا ہی رہے گا، نہ کسی کا احتساب ہوگا نہ چور پکڑے جائیں گے اور نہ انقلابی، معاشی اقدام کی طرف دھیان دیا جائے گا، نہ عوام کی بدحالی وزبوں حالی کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کیا جائے گا،صرف ممبران، وزیروں، مشیروں اور اشرافیہ کے دن بہتر ہوں گے، باقی ان کی نظر میں عوام کالانعام ہیں۔

سوال یہ ہے کہ آیا نئے انتخابات ہماری مظلوم اور مقہور قوم کے دکھوں کا مداوا ہو سکتے ہیں؟ اوراس کے نتیجے میں کیا ان کو کوئی مسیحا مل سکے گا اور کیا یہ مقروض اور مہنگائی کی چکی میں پسا ہوا ملک اور کرپشن کی انتہا کو پہنچنے والی مملکت بار بار انتخابات کا بوجھ اٹھانے کی متحمل ہے بھی؟ اور ماضی کے تلخ تجربات ہمارے سامنے ہیں کہ انتخابات نے ہمیں کیا دیا؟ قیام پاکستان سے لے کر آج تک جتنے بھی

لوگ اقتدار میں آئے تو وہ اکثر ناکام، نالائق اور کرپٹ ہی ثابت ہوئے۔ وطن عزیز کو بار بار انہی نے لوٹا، قومی خزانے کو خالی کیا اور ترقی کے نام پر صرف اپنی عیاشیوں کے لئے آئی ایم ایف سے قرضے لئے اور جس کا بوجھ اب پوری قوم پر ٹیکسوں اور مہنگائی کی شکل میں مسلط کر دیا گیا ہے۔

ملک میں حالیہ وجبری انتخابات کرائے جا رہے ہیں جس کا ہمارا ملک بالکل متحمل نہیں ہے کیونکہ حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہیں اور پاکستان کی معاشی صورتحال اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی لیکن پھر بھی الیکشن کمیشن نے اس کی تاریخ مقرر کی ہے، ہمیں پورا یقین ہے کہ اس کے نتیجے میں وہی پرانے چہرے سامنے آئیں گے، ملک میں سیاسی پارٹیوں کے باہمی اختلافات بھی زوروں پر ہیں جس کے نتیجے میں سابقہ حکمران پارٹی ''تحریک انصاف'' کو انتخابات میں حصہ نہ لینے کی ہر طرح کے اقدامات کئے جا چکے ہیں بلکہ اس دفعہ عمران خان کے ساتھ وہی کچھ ہو رہا ہے جو گزشتہ انتخابات میں نواز شریف کے ساتھ ہو چکا تھا، آج عمران خان اور ان کی پارٹی کو دیوار سے لگا دیا گیا ہے، ان کا سیاسی مستقبل بے یقینی کے بھنور میں ہے، سپریم کورٹ، الیکشن کمیشن اور نگران حکومت سب نے انہیں غیر ضروری طور پر مقدمات میں الجھا دیا ہے، ان سے اپنا نشان ''بلا'' بھی واپس لے لیا ہے، ان پر ہر طرح کی پابندیاں عائد کر دی گئی ہے، عمران خان سمیت ان کی سرکردہ لیڈر گرفتار ہیں، ان کے جلسوں پر پابندیاں عائد ہیں ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اور کون کروا رہا ہے؟ یہ سب واقعات پاکستان کی تاریخ کا ایک طویل سیاہ باب ہیں۔ ایسی صورتحال میں کوئی کیسے مساوی الیکشن کی مہم چلا سکتا ہے؟ موجودہ انتخابی مہم میں جوش وخروش نظر نہ آنے کی دیگر بھی کئی وجوہات ہیں جن میں دہشت گردانہ واقعات، عوام کی معاشی مشکلات، بے تحاشا مہنگائی، الیکشن کی غیر یقینی صورتحال اور پارٹیوں کے اندرونی اختلافات بھی شامل ہیں اور یہ بھی شنید ہے کہ جس طرح ۲۰۱۸ء میں مرضی کی پارٹی کو جتوایا گیا تھا اور اپنی مرضی کے نتائج حاصل کئے گئے تھے اس بار بھی چند تبدیلیوں کے ساتھ وہی کہانی دہرائی جا رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس طرح کے الیکشن کروانے سے جمہوریت پر اعتماد باقی نہیں رہتا اور نہ ہی ایک بہترین نظام سامنے لایا جا سکتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دفعہ پھر نواز شریف کو ملک میں واپس لانے والوں نے انہیں ''سلیکٹ'' کر دیا ہے، الیکشن کے ڈرامے کے بعد وہی سب کچھ دوبارہ ہوگا جو گزشتہ ۷۵ برس سے ملک میں ہو رہا ہے۔

میرے ساتھ چلنے والے تجھے کیا ملا سفر میں
وہی دکھ بھری زمین ہے وہی غم کا آسماں ہے

غزہ میں فلسطینیوں کا قتل عام جاری

گزشتہ تین ماہ سے لے کر آج تک غزہ و فلسطین کے مسلمانوں پر مظالم کا سلسلہ جاری ہے، بمباری اور انسان کشی گزشتہ ۹۰ روز سے جاری ہے، بائیس ہزار سے زیادہ مسلمان لقمہ اجل بن چکے ہیں، ستاون ہزار سے زائد زخمی ہیں، ان میں سب سے زیادہ تعداد عورتوں اور بچوں کی ہے اور جو زندہ ہیں ان کے لئے نہ پانی کا کوئی انتظام ہے اور نہ کھانے کا، ہر طرف سے اُن پر انسانی ضروریات پہنچانے کے لئے راہیں مسدود کردی گئی ہیں، ایسی صورتحال میں کفری ممالک سے کیا گلہ شکوہ کریں جبکہ ہمارے اپنے مسلم ممالک اور خاص کر عالم عرب اس انسانیت سوز بربریت کے خلاف شترمرغ کی طرح آنکھیں بند کرکے شرمناک کردار نبھا رہا ہے، غزہ مسلمانوں کا اجتماعی قبرستان بنتا جارہا ہے، وہاں انسانیت سسک رہی ہے اور اسرائیلیوں کی مذموم جارحیت جاری ہے، معصوموں کا قتل عام بلکہ نسل کشی کی جارہی ہے، روزانہ نہتے شہریوں پر بموں، راکٹوں کی بارش کی جارہی ہے اسپتالوں تک کو نہیں چھوڑا گیا، جنازہ تک نہیں اٹھائے جارہے، ان بیچاروں کو آخری آرامگاہ بھی نصیب نہیں ہورہی، وہاں کا آسمان ایٹمی ذرات اور فضا بارود کی بو سے زہر آلودہ ہے، بچے رورہے ہیں، خواتین چیخ رہی ہیں اور بوڑھے جام شہادت نوش کررہے ہیں اور فلسطین و غزہ اسرائیلیوں کے حملوں سے برباد ہوتا جارہا ہے، وہاں سے مسلمانوں کا وجود مٹایا جارہا ہے، عالمی میڈیا اس کا گواہ ہے، اخبارات کا ہر صفحہ اس ظلم سے رنگین ہے، اس کے باوجود سالا عالم اسلام سکتے بلکہ خوابِ غفلت میں پڑا ہوا ہے، پوری تاریخ اسلام میں شاید ہی ایسی بزدلی اور ایسی بے غیرتی کا مظاہرہ اس سے قبل چشم فلک نے دیکھا ہو۔

اس وقت صرف فلسطینی تحریک مزاحمت حماس کی تنظیم بے سروسامانی کے عالم میں مسلم امت کی لاج رکھنے کی کوشش کررہی ہے اور ہرگام جام شہادت نوش کررہے ہیں لیکن ایک قدم پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں، اسرائیلی تشدد اور جارحیت کا ہرلحہ ان کے ایمان کو مضبوط کررہا ہے، وہ ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں لیکن افسوس کہ عالم اسلام کے حکمران خاص کر ان کے پڑوس میں عرب ممالک چپ سادھ لئے ہوئے ہیں، عرب حکمران اپنی عیاشیوں میں مست ہیں بلکہ میوزک کنسرٹ کروانے میں مصروف عمل ہیں، انہوں نے اپنا ضمیر و ایمان بیچ دیا ہے، ان کے سینوں میں اپنے مسلم بھائیوں کیلئے کوئی احساس نہیں جاگتا، مسلم ممالک کے حکمرانوں کو اپنے اقتدار کی پڑی رہتی ہے کہ کہیں اسرائیل اور امریکہ ان سے ناراض ہوکر کوئی ایکشن نہ لے لے لہٰذا وہ صرف اظہار افسوس سے آگے نہیں بڑھ رہے۔ اللہ تعالیٰ اس امت کا حامی و ناصر ہو۔

ڈاکٹر مولانا محمود الحسن عارف صاحب کی جدائی

قحط الرجال کے اس دور میں اہل علم و دانش کا یکے بعد دیگرے دنیا سے اٹھ جانا کسی عظیم سانحہ سے کم نہیں، اس پر فتن اور پر آشوب دور میں علماء ومفکرین کا وجود تاریک رات میں روشن چراغ کی مانند ہے جو اپنی روشنی سے متلاشیان منزل کو منزل مقصود تک پہنچانے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ایک طرف اہل علم و دانش کا وجود ملک وملت کے لئے ہیرے جواہرات سے کم نہیں تو دوسری طرف ان کی جدائی سے جو خلا پیدا ہوتا جارہا ہے ان کی کمی مدتوں تک پوری نہیں ہوسکتی۔ان روشن چراغ شخصیات میں سے پاکستان کے معروف علمی وادبی شخصیت پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمود الحسن عارف مرحوم بھی تھے جو ۲۳ر نومبر ۲۰۲۳ کو طویل علالت کے بعد ستر سال کی عمر میں لاہور میں انتقال فرما گئے۔

آپ جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحبؒ اور اردو کے عظیم محقق حضرت ڈاکٹر سید عبداللہ کے نامور تلامذہ میں سے تھے،آپ ایک ممتاز عالم دین اور جید محقق و ادیب تھے اور عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان کے سابق سیکرٹری جنرل کے منصب پر فائز رہے، آپ پنجاب یونیورسٹی دائرۃ معارف اسلامی کے سابق ڈائریکٹر اور بادشاہی مسجد لاہور کے تین سال تک اعزازی خطیب بھی رہ چکے ہیں،آپ کا اوڑھنا بچھونا ،تصنیف وتالیف ،تحقیق وادارت تھا، آپ نے تقریباً ۵۰ کے لگ بھگ کتابیں اور درجنوں مقالات لکھے اور کئی ضخیم کتابوں کے اردو ترجمے بھی کئے۔ڈاکٹر صاحبؒ کا حضرت والد گرامی مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ عقیدت مندانہ تعلق تھا،آپ اکثر وبیشتر ماہنامہ ''الحق'' کے لئے اپنی تحریرات بھی بھجواتے جس کو ''الحق'' میں اہمیت کے ساتھ شائع کیا جاتا۔حضرت والد شہیدؒ کے ساتھ آپکی خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری رہتا (ڈاکٹر صاحبؒ کا ایک خط بطور نمونہ آخر میں شامل کیا گیا ہے)

علمی وتحقیقی کاوشوں کے علاوہ آپ کھلے دل و دماغ اور منکسر المزاج شخصیت کے مالک تھے، آپ گزشتہ کئی سالوں سے فالج کی وجہ سے صاحب فراش تھے،آخر کار آپ دار فنا کی طرف کوچ کر گئے ،آپ نے سوگواران میں چار بیٹے، ایک بیٹی، بیوہ، سینکڑوں شاگرد اور ہزاروں عقیدت مند چھوڑے، مرحوم کی علم وادب ،ملک وملت کے لئے گراں قدر خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی ،آپ کی نماز جنازہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی صاحب نے پڑھائی ، ادارہ ''الحق'' اور حقانی خاندان اس غم کی گھڑی میں مرحوم کے پسماندگان کے ساتھ برابر کا شریک ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔(آمین)

ڈاکٹر محمود الحسن عارفؒ کا مکتوب بنام حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

(۱)

۱۹/اپریل ۱۹۷۷ء: بخدمت شریف جناب مدیر صاحب ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جناب عالی مزاج شریف! میں ایک طویل مقالہ بعنوان ''اسلامی قدیم و جدید مدارس'' سپرد قلم کر رہا ہوں جو ان شاء اللہ دو حصوں پر مشتمل ہوگا، حصہ اول میں قدیم مدارس کا تذکرہ اور حصہ دوم میں جدید مدارس کا ذکر ہوگا۔ حصہ دوم میں برصغیر پاک و ہند کے موجودہ مدارس کا اجمالی ذکر (بمعہ کوائف ضروریہ) بھی آئے گا مگر فی الحال تمام تر توجہ حصہ اول پر مرکوز ہے چونکہ مقالہ کافی طویل اور خالصتاً علمی اور اسلامی قسم کا ہے اسلئے میں چاہتا ہوں کہ افادۂ عام بالخصوص دینی مدارس کے طلبہ اور اساتذہ کیلئے اسے پہلے آپ کے ماہنامہ میں قسط وار شائع کیا جاتا رہے اور مکمل ہونے کے بعد اسے کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے، اس سلسلے میں مجھے آپ کے تعاون اور مدد کی ضرورت ہے۔ آپ اگر چاہیں تو میری اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے اس دینی اور علمی کام میں میرا ہاتھ بٹا سکتے ہیں، آپ کی یہ کوشش آئندہ نسلوں پر بہت بڑا احسان ہوگا، اس سلسلے میں چند وضاحتیں حسب ذیل ہیں:

☆ مقالہ اگرچہ کئی اقساط میں آئے گا مگر اس کے باوجود میری یہ کوشش ہوگی کہ اس کی ہر قسط بجائے خود ایک مکمل اور مستقل مضمون ہو، حتی کہ ان کے عنوانات بھی الگ الگ ہوں گے تاکہ قاری ہر حصے سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے۔

☆ یہ مقالہ کسی مالی منفعت یا معاوضہ کی غرض سے نہیں لکھا جا رہا بلکہ خالصتاً اسلامی اور دینی جذبہ کے تحت لکھا جا رہا ہے، اس میں مجھے صرف آپ کے رسالے کے تعاون کی ضرورت ہے۔

☆ یہ آپ تحریر فرمائیں گے کہ آپ کن شرائط کے تحت اس مقالے کو شائع فرما سکتے ہیں، جواب مفصل ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

☆ اس مقالے کے علمی اور تحقیقی پہلوؤں کے متعلق مصنف خود ذمہ دار ہوگا۔

☆ بعد میں لکھائی چھپائی کے حقوق بحق مصنف محفوظ ہوں گے۔

مہربانی فرما کر اس عرضداشت کا جواب جلد تحریر فرما کر مطلع فرمائیں تاکہ اس کار خیر کی تعمیل و تکمیل کے لئے کام شروع کیا جا سکے۔ والسلام آپ کا مشکور محمود الحسن عارف

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ

فضلائے کرام کی ذمہ داریاں اور فرائض منصبی

جامعہ حقانیہ کے فضلاء کرام کو آخری نصیحت اور فکر انگیز گفتگو

نحمده و نصلى على رسوله الكريم اما بعد فأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (البقرة:۱۲۹)

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ، رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا(البخاری:۷۳)

آپ ہمارا قیمتی اثاثہ ہو

میرے عزیز از جاں ساتھیو! آپ کو معلوم ہے کہ جب دستار بندی کا یہ موقع آتا ہے تو میرا دم گھٹنے لگتا ہے، آپ کی جدائی اور فراق کا یہ صدمہ میرے لیے نا قابلِ برداشت ہوتا ہے، میں اکثر آپ سے کہتا تھا کہ میں تعطیلات کے دوران جامعہ آنے سے بھی کتراتا ہوں کیونکہ مجھے یہ گلشن غیر آباد نظر آتا ہے، یہاں رنگا رنگی آپ سے وابستہ ہیں، آپ جائیں گے تو یہاں صرف خاموشی اور ویرانی ہوگی۔ میرا تو آپ کے فکر میں دل بیٹھ گیا ہے اور سوچ رہا ہوں کہ اس مادی دور میں آپ اس دنیا کے مصائب اور مشکلات سے کیسے مقابلہ کریں گے، جب آپ بے رحم دنیا میں جائیں گے تو وہاں اپنے اس علمی مرکز کی اور مشائخ کی کمی کو محسوس کریں گے، دنیا میں آپ کا کوئی حقیقی خیر خواہ اگر ہے تو آپ کے یہ روحانی آبا واجداد ہیں جن کی وجہ سے آپ کو شعور اور آگاہی ملی۔ آپ چونکہ عملی زندگی کا حصہ بننے جارہے ہیں تو میں چاہوں گا کہ آپ کو کچھ نہ کچھ زادِ راہ مہیا کرسکوں۔

میرے پیارے بچو! میں آپ کو اپنی اولاد کی طرح چاہتا ہوں بلکہ ان سے زیادہ محبت آپ

سے کرتا ہوں کیونکہ ان کے ساتھ خون اور جسم کا جبکہ آپ کے ساتھ روح کا رشتہ ہے، مجھے امید ہے کہ آپ میرا درد سمجھ رہے ہوں گے۔

میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی ایک آیت مبارکہ پیش کی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (البقرة:۱۲۹)

''اے پروردگار! ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کا کہ پڑھ ان پر تیری آیتیں اور سکھلائے ان کو کتاب اور تہ کی باتیں اور پاک کرے ان کو بیشک تو ہی ہے بہت زبردست بڑی حکمت والا۔''

آپ نے درس نظامی میں ابتدائی درجات میں دس دس پاروں کی تفسیر پڑھی پھر تفسیرِ جلالین اور بیضاوی شریف سے استفادہ کیا۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ قرآن کریم میں سمجھنے والے لوگ ہیں۔ آپ سے بہتر قرآن کوئی نہیں سمجھتا، اس آیت کے متعلق آپ نے سنا ہوگا کہ یہ آیت کا مقصد کیا ہے؟ ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالی سے دعا فرماتے ہیں اور اس دعا کا واحد مقصد آئندہ نسل کی دنیاوی کامیابی اور اخروی فلاح و نجات ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ ''اے میرے رب! میری اولاد میں ایک رسول بھیج دیجئے''

رسول کا وجود ایک بڑی نعمت ہے اور رسول ہدایت کا سرچشمہ ہوتا ہے اور رسول کی وجہ سے ہی گمراہ لوگ راہ راست پر آکر دائمی فلاح و نجات سے سرفراز ہوتے ہیں۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اولاد کی فلاح کے لیے رسول کی بعثت کا مطالبہ فرما رہے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ رسول کیسا ہو؟ کن فرائض و ذمہ داریوں کے ساتھ آئے؟ اس کا ذکر بھی دعا میں فرماتے ہیں کہ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ جو ان کو آپ کی آیات تلاوت کر کے سنائے وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ اور قرآن وسنت کی تعلیم دے وَ يُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ان کو ظاہری و باطنی گندگیوں سے پاک کرے، بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرت کامل الانتظام، یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے کے مقاصد یا آپ کے نبوت و رسالت کے فرائض منصبی تین بیان کئے گئے

ہیں ایک تلاوت آیات دوسرے تعلیم کتاب وحکمت تیسرے لوگوں کا تزکیہ اخلاق وغیرہ۔

آیت مبارکہ میں ذکر کئے گئے فرائض کا جائزہ لینے سے قبل اس پر غور کیجئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسول کے لئے اپنی اولاد میں ہونے کی دعا کیوں فرمائی؟ یہ قابلِ غور پہلو ہے۔

علمائے کرام لکھتے ہیں کہ تو یہ اپنی اولاد کے لئے سعادت وشرف ہے دوسرے ان لوگوں کے لئے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ رسول جب انہی کی قوم اور برادری کے اندر ہوگا تو اس کے چال چلن سیرت وحالات سے یہ لوگ بخوبی واقف ہوں گے کسی دھوکہ فریب میں مبتلا نہ ہوں گے، حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس دعاء کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ملا کہ آپ کی دعا قبول کر لی گئی اور یہ رسول آخری زمانہ میں بھیجے جائیں گے۔

پہلی ذمہ داری

اب پہلی ذمہ داری کا باریک بینی سے جائزہ لیں کہ رسول کی سب سے پہلی اور بنیادی ذمہ داری يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ ہے کہ رسول ان پر آیات کی تلاوت کریں گے جس پر عمل کرنا امت پر لازم ہوگا، تلاوتِ قرآن سے مقصود لوگوں کی روحانی وباطنی اصلاح ہوگی جس کا تذکرہ قرآن کریم میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ رسول ہے جو پڑھ کر سناتا ہے تم کو اللہ کی آیتیں کھول کر سنانے والی۔اس کا فائدہ کیا ہوگا؟ مزید فرمایا کہ

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

''تا کہ نکالے ان لوگوں کو جو کہ یقین لائے اور کئے بھلے کام اندھیروں سے اجالے میں۔''

وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا (الطلاق: ۱۰)

''اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر اور کرے کچھ بھلائی اس کو داخل کرے باغوں میں نیچے بہتی ہیں جن کے نہریں سدا رہیں ان میں ہمیشہ البتہ خوب دی اللہ نے اس کو روزی۔''

دوسری ذمہ داری

رسول کی دوسری ذمہ داری وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ہے۔ اب کتاب سے کیا مراد ہے اور حکمت کا مطلب کیا ہے؟ آپ سب علماء ہیں اور جانتے اور سمجھتے ہیں کہ علماء نے لکھا ہے کہ اس میں کتاب سے مراد کتاب اللہ ہے جبکہ الحکمۃ کے مراد میں کئی احتمالات کے موجود ہیں۔ حکمت کا لفظ عربی لغت میں کئی معنے کے لئے آتا ہے۔ جیسے حق بات پر پہنچنا، عدل وانصاف، علم وحلم وغیرہ۔

امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لئے بولا جاتا ہے تو اس کے معنی تمام اشیاء کی پوری معرفت اور مستحکم ایجاد کے ہوتے ہیں اور جب غیر اللہ کے لئے بولا جائے تو موجودات کی صحیح معرفت اور نیک اعمال کے لئے جاتے ہیں۔

اب یہاں اس پہلو پر غور کرنا ہوگا کہ اس آیت میں لفظ حکمت سے کیا مراد ہے؟ مفسرین صحابہ کرامؓ اجمعین وتابعین جو معانی قرآنی کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ کر کرتے ہیں اس جگہ لفظ حکمت کے معنی بیان کرنے میں اگرچہ ان کے الفاظ مختلف ہیں لیکن خلاصہ سب کا ایک ہی ہے یعنی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، امام تفسیر ابن کثیر وابن جریر نے حضرت قتادہ سے یہی تفسیر نقل کی ہے کسی نے تفسیر قرآن اور کسی نے تفقہ فی الدین فرمایا ہے اور کسی نے علم احکام شرعیہ کہا اور کسی نے کہا کہ ایسے احکام الہیہ کا علم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی بیان سے معلوم ہوسکتے ہیں ظاہر ہے کہ ان سب کا حاصل وہی حدیث وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، یہ رسول کی دوسری بنیادی ذمہ داری ہے۔

تیسری ذمہ داری

تیسری ذمہ داری وَيُزَكِّيهِمْ ہے جس کے معنی ہیں طہارت اور پاکی اور یہ لفظ ظاہری اور باطنی ہر طرح کی پاکی کے لئے بولا جاتا ہے، اب آپ اس مفہوم وتعبیر کو ذہن میں رکھتے ہوئے مجھے غور سے سنیں، اب میں آپ سے کام کی بات کرنا چاہتا ہوں۔

میرے عزیز ساتھیو! آپ آج سر پر ایک قیمتی رومال، پگڑی سجا کر رخصت ہورہے ہیں، آپ نے مولانا صاحب، مولوی اور عالم دین کا لقب حاصل کیا اور یہ بھی آپ جو معلوم ہے کہ علمائے کرام انبیاءؑ کے وارث ہیں، یہ حدیث تو بچے بچے کو یاد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْحِيتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ، وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ (ابوداؤد)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص طلب علم کے لئے راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے جنت کی راہ چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی بخشش کی دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں دعائیں کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کی تمام ستاروں پر، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور نبیوں نے اپنا وارث درہم و دینار کا نہیں بنایا بلکہ علم کا وارث بنایا تو جس نے علم حاصل کیا اس نے ایک وافر حصہ لیا۔''

آپ نے یہ عظیم منصب حاصل کرلیا ہے تو آپ پر بھی یہ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کی تکمیل کے لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی گئی۔

آپ کے فرائض وذمہ داریاں

ظاہری بات ہے کہ جو آیت تلاوت کی اس کی معاصر تطبیق کرنا چاہوں گا لیکن واضح رہے کہ نصوص کی تعبیرات میں سماجی وتہذیبی اقدار کا لحاظ کرنا چاہیے اور اس پر بھی نظر رکھنا ضروری ہے کہ نزولِ آیت کے وقت وہاں کی سماجی وتمدنی حالت کیا تھی اور عصرِ حاضر میں تطبیق کی راہ کیا ہوگی؟

انبیاء علیہم السلام کے فرائض بالخصوص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ فرائض و ذمہ داریاں آپ کی طرف متوجہ ہونے کو ہے کہ آپ نے کیسے عوام کے مسائل و مشکلات کا صحیح ادراک کرتے ہوئے ان کے اخروی نجات وفلاح کا راستہ نکالنا ہے۔ سب سے پہلے تو آپ نے لوگوں کو قرآن فہمی کی طرف راغب کرنا ہے کہ یہی دائمی فلاح و کامیابی کا راز ہے۔ آج امت کی مجموعی حالت بدتر سے ابتر ہوتی جارہی ہے جس کی واحد وجہ الہامی ہدایات سے منہ موڑنا اور قرآن کریم سے دوری ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى O قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا Oقَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (طٰہٰ:۱۲۶-۱۲۴)

اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کو ملنی ہے گزران تنگی کی اور لائیں گے ہم اس کو دن قیامت کے اندھا، وہ کہے گا اے رب! کیوں اٹھا لایا تو مجھ کو اندھا اور میں تو تھا دیکھنے والا۔ فرمایا یونہی پہنچی تھیں تجھ کو ہماری آیتیں پھر تو نے ان کو بھلا دیا، اور اسی طرح آج تجھ کو بھلا دیں گے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن فہمی کس قدر اہم ہے اور ذلت وپستی سے بچنے کی صورت کیا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے جا کر سب سے پہلا کام جو کرنا ہے وہ قرآن مجید کی ترویج واشاعت کے لئے متحرک ہونا ہے۔ سب نے مسجدوں میں ترجمہ وتفسیر پڑھانا ہے تاکہ عوام کو قرآن کی کچھ سمجھ آئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی (اسیر مالٹا) نے زندگی بھر کے غور وفکر، تجربات اور جدوجہد کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے زوال کے دو بڑے اسباب ہیں ایک قرآن پاک سے دوری اور دوسرا باہمی اختلافات وتنازعات، اس لیے امت مسلمہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد ومفاہمت کو فروغ دینے کے لیے محنت کی جائے۔

معاشرے میں شعور وآگہی

آپ کی دوسری بڑی ذمہ داری معاشرے میں شعور وآگہی کی فضا پیدا کرنی ہے کہ کوئی بھی جہالت ولاعلمی میں شرعی قوانین وضوابط کو پامال کرنے کی کوتاہی نہ کرسکیں۔ آپ کے پاس آج کے بعد منبر ہوگا اور محراب بھی۔ آپ کی آواز لوگوں تک جائے گی اور ایک دو نہیں ہزاروں لوگ آپ کی بات سنیں گے۔ تب آپ نے خیر کے سوا کچھ نہیں کہنا۔ شرپسند عناصر سے دور رہنا ہے اور معاشرے میں امن وسکون کی فضاء برقرار رکھنی ہے۔ کسی قسم کا ہنگامہ نہ خود برپا کرنا ہے اور نہ ہی ان لوگوں کا آلہ کار بننا ہے جو معاشرے میں فساد اور بربادی کا باعث بنتے ہیں۔ آپ کے ہاتھوں میں قوم کا مستقبل ہے، ہم نے آپ پر بہت محنت کی کہ آپ ایک اچھے اور سچے مسلمان بن کر یہاں سے نکلیں گے، مجھے امید ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے ہیں اور آپ نے شعور وادراک کے تمام ارتقائی مراحل

طے کر لئے ہیں اور اب آپ معاشرے کی اصلاح کے لیے تیار ہیں۔

تزکیہ وتطہیر

تیسری ذمہ داری جو آپ کے ناتواں کندھوں پر رکھی گئی ہے، تزکیہ وتطہیر ہے کہ آپ نے اب معاشرے کا رخ تبدیل کرنا ہے۔ مادیات کے دلدل سے لوگوں کو نکال کر روحانیات کے صراطِ مستقیم پر لانا ہے۔ یہ آپ کے زندگی کا مشکل ہدف ہے جس کے لیے آپ کو بہت کوشش کرنی ہوگی کیونکہ یہ لوگوں کے ظاہر پر نہیں قلوب واذہان پر محنت کرنا ہے۔ حقیقی کامیابی بھی یہی ہے کہ آپ نے لوگوں کو اللہ تعالی کے ساتھ جوڑا۔ اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ o اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (الشعراء: ۹۰-۸۹)

''جس دن نہ کام آئے کوئی مال اور نہ بیٹے۔ مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس لے کر قلب سلیم۔''

یعنی وہاں کچھ فائدہ نہیں دے گا مگر قلبِ سلیم۔ قلب سلیم کے متعلق خود تفاسیر دیکھ لیں کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ اب میں اگر قلب سلیم کی تعریف و ماہیت پر بات کرنا چاہوں تو اپنی بات مکمل نہ کر پاؤں گا، اس لئے یہ عرض کر رہا ہوں کہ لوگوں کو مادی دنیا کے عارضی خواہشات سے نکال کر ابدی راحت وسکون کی راہ دکھائیں۔ آپ نے خود خواہش پرستی سے دور رہنا ہے اور ان کو بھی بچانا ہے کیونکہ اس دلدل میں جو دھنس گیا وہ واپس نہیں آتا۔

آخری بات

میرے پیارے بچو!! میں بیمار ہوں اور زیادہ دیر تک نہ بول سکتا ہوں نہ لکھنے کی قوت باقی ہے، بس آپ سے یہ التجا کرنا چاہتا ہوں کہ قربِ قیامت کا وقت ہے، ہر طرف سے فتنے ابھر کر سامنے آرہے ہیں، کوئی محفوظ نہیں، آپ نے اپنی اور جامعہ کی عزت کو برقرار رکھتے ہوئے خود کو محفوظ رکھنا ہے، وقتاً فوقتاً جامعہ آتے رہنا کہ ہمیں آپ کی خیر خبر کا پتہ چلے اور آپ کی وابستگی بھی قائم رہے، میں آپ کو دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں اور آپ نے بھی مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا ہے۔ آپ کو اور آپ کے اہلِ خانہ کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے اس پرفتن دور میں علم کا تاج سر پر سجایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وتندرستی کے ساتھ سلامت رکھے (آمین)

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی جلسہ دستار بندی کی روداد

عالم اسلام کی عظیم الشان آزاد اسلامی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ میں گزشتہ سالوں کی طرح ۱۵؍جنوری ۲۰۲۴ء بروز جمعرات اکابر ومشائخ اور اساتذہ نے دارالعلوم کی عظیم جامع مسجد میں پندرہ سو سے زائد فضلاء ومتخصصین اور حفاظ کی تقریب دستار بندی جامع مسجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ میں منعقد ہوئی ۔یہ دن فضلاء کے لیے ایک یادگار دن ہوتا ہے،فضلاء زندگی کے ایک اہم موڑ میں داخل ہوتے ہیں ان کا آٹھ یا دس سالہ طلب علم کا سفر اختتام پذیر ہوتا ہے اور اساتذہ ان کے سروں پر اعتماد کی دستار باندھ دیتے ہیں تاکہ دین کی خدمت اپنے اسلاف کے طریقے پر کرسکے،اکوڑہ خٹک اور گرد ونواح کے عوام اپنے گھر اور حجرے فضلاء کے والدین، سرپرستوں اورمہمانوں کی مہمان نوازی کے لیے خالی کرتے ہیں تاکہ مہمانوں کو آرام وسکون میسر ہو، دارالعلوم کے کمرے اور درسگاہیں بھی مہمانوں سے بھری ہوتی ہیں، دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں کی تعداد بلا مبالغہ لاکھوں میں ہوتی ہیں،دارالعلوم کے سامنے سروس روڈ پر کتابوں اور سہروں کا بازار و میلہ لگا ہوتا ہے۔تقریب سے شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ،حضرت مولانا حامدالحق حقانی صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا ادریس صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا عرفان الحق صاحب نے تقاریر کیں ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوارالحق صاحب مدظلہ

تقریب میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب مدظلہ نے بخاری شریف کا آخری درس دیا اورطلبائے کرام سے چندنصیحت آموز وفکر انگیز باتیں فرمائیں اوراپنے خطاب میں فرمایا کہ پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے اوراس کے بائیس کروڑ غیور عوام کسی بھی صورت میں اس سرزمین کو سیکولر مقاصد کیلئے استعمال نہیں ہونے دیگی ،حضرت مدظلہ کا تفصیلی خطاب ''فضلائے کرام کی ذمہ داریاں اورفرائض منصبی'' کے عنوان سے آپ پچھلے صفحات میں ملاحظہ کرچکے ہیں ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ادریس صاحب نے فضلائے کرام کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ خیال کرنا حقانیہ اور اس کے اساتذہ کو بدنام نہ کرنا، جو دستار آپ کو سروں پر رکھا گیا ہے اس کی لاج رکھنا، حقانی فضلاء حق و سچ کی علامت ہوتے ہیں۔ بداخلاقی سے بچو گے، اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرو گے ان شاء اللہ۔ دارالعلوم حقانیہ جس طرح درس و تدریس کے میدان میں آگے ہے الحمد للہ! دارالعلوم حقانیہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ اور شہید ناموس رسالت حضرت مولانا سمیع الحق رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص محنتوں اور قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ ہم آپ حضرات کی شکل میں مولانا عبدالحقؒ کے روح کو یہ تحفہ پیش کرتے ہیں اور عرض کرتے ہے کہ آپ کا دستار جھکا نہیں بلکہ مزید اونچا ہو گیا ہے اور دارالعلوم مزید ترقی کر رہا ہے اور سینکڑوں فضلاء معاشرے کو دے رہا ہے۔

کئی سالوں سے یہاں تخصصات کا شعبہ بھی چل رہا ہے، تخصص فی الفقہ تو پہلے سے قائم ہے اور کامیابی سے اس کی خدمات جاری و ساری ہے۔ اب کئی سالوں سے تخصص فی الدعوۃ، تخصص فی الحدیث، تخصص فی اللغۃ العربیہ اور تخصص فی التفسیر کے شعبے جاری ہیں، الحمد للہ! یہ شعبے بھی کامیاب ہیں انہاک کے ساتھ فضلاء اس میں خدمت کر رہے ہیں، فضلاء سے یہی مطالبہ ہے کہ ان شعبوں میں داخلہ لیں، ہم داخلہ میں اپنے فضلاء کو ترجیح دیں گے۔ اسی طرح دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ نشر و اشاعت مؤتمر المصنفین سے بھی وقتاً فوقتاً قیمتی کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں، اس شعبے کی بنیاد ہمارے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے رکھی تھی، اب اس شعبے کی نگرانی مولانا راشد الحق سمیع صاحب کر رہے ہیں، ہمارے شیخ شہیدؒ کی بڑی دو خواہشیں تھیں جن میں سے ایک تفسیر لاہوریؒ ہے جو حضرت کی شہادت کے بعد شائع ہوئی۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے آپ سب اسے بھی خرید لیں اور اس سے استفادہ کریں، اسی طرح ماہنامہ ''الحق'' مولانا شہیدؒ کے تذکرہ وسوانح پر مشتمل چار جلدوں میں خصوصی اشاعت شائع کی ہے جس میں حضرت شہیدؒ کی زندگی، خدمات کے متعلق مضامین جمع ہیں، اس سے بھی استفادہ کریں۔ دوسری خواہش حضرت شہیدؒ کی یہ جامع مسجد تھی، آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے مگر اب بھی اس میں تزئین و آرائش کے علاوہ دروازوں اور رنگوں کا کام باقی ہے جس پر کروڑوں کی لاگت آئے گی، آپ حضرات نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کیساتھ سخت وقت میں تعاون کیا، یہ مسجد بھی حضرت شہیدؒ کی آرزو تھی اس میں بھی آپ تعاون کریں۔ اللہ تعالیٰ سب مدارس سمیت دارالعلوم حقانیہ کی حفاظت فرمائے اور جملہ ضرورتوں کو پوری فرمائیں (آمین)

حضرت مولانا حامد الحق صاحب مدظلہ

تقریب سے جمعیت علما اسلام (س) کے امیر، دفاع پاکستان کونسل کے چیئرمین اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دینی مدارس سے مسلمانوں کا تشخص اور اسلامی شعور زندہ ہے،اس شعور،خودداری ،جذبہ حریت اور اپنے تہذیب اور مذہب کا دفاع ہی مسلمانوں کا اصل سرمایہ ہے جو ان مدارس کی تعلیم کا مرہون منت ہے، مدارس ، مساجداور خانقاہوں کی ہی بدولت آج کے پرفتن دور میں ملک عزیز پاکستان کا پسا ہوا طبقہ بے راہ روی اور گمراہی سے بچا ہوا ہے ورنہ اس معاشی استحصال کے دور میں غریب عوام دو وقت کی روٹی کے لئے قانون کو بالائے طاق رکھ کرحرام وحلال کی تمیز کئے بغیر معاشرے میں تباہی پھیلانے کا سبب بن جاتے ہیں، انہوں نے کہا کہ مدارس ہی کی بدولت دیندار طبقہ اورنوجوان محبّ وطن اور ریاست کا وفادار ہے، مقتدرقوتوں سے مولانا حامد الحق حقانی نے اپیل کی کہ وہ آنے والے انتخابات میں ہرقسم کی دھونس دھاندلی کا سد باب کریں ورنہ دھونس دھاندلی کے نتیجے میں منتخب ہونے والے نمائندے کرپشن کی بنیاد بنیں گےعوام آنے والے انتخابات میں محبّ وطن ،اسلام پسند،صاف وشفاف کردار کی حامل شخصیات کو ہی ووٹ دیں۔مولانا حامد الحق نے کہا کہ مظلوم فلسطینی مسلمان بے یارومددگار اسرائیلی صہیونی ریاست کے ظلم و جبر کا شکار ہیں جبکہ انسانی حقوق کی علمبردار آوازیں بالکل خاموش ہیں، مسلم ممالک کے حکمرانوں کی غیرت آخرکب جاگے گی؟ مولانا حامد الحق نے کہا کہ افغانستان اور پاکستان دو ہمسایہ برادر اسلامی ملک ہیں ،دونوں اسلامی ممالک کو آپس میں بہترین برادرانہ تعلقات قائم رکھنے چاہئیں اور آئندہ بھی ان شاء اللہ ہرطرح کا تعاون اور بھرپور کردار ادا کرے گی ۔مولانا حامد الحق حقانی نے بانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اورشہید اسلام مولانا سمیع الحقؒ کوخراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ دارالعلوم حقانیہ انکے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

تقریب کا اختتام شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ کی دعا سے ہوا،دعا میں ملک عزیز پاکستان میں امن و استحکام اور خوشحالی ،امت مسلمہ کی وحدت اوراہل اسلام کے لئے خصوصی طور پر دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔تقریب میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم دیربابا، شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ، شیخ الحدیث مولانا مفتی سیف اللہ حقانی، مولانا راشدالحق ،مولانا سعیدالرحمٰن، مولانا فیض الرحمٰن، مفتی مختار اللہ ،مفتی غلام قادر، مولانا حافظ شوکت علی، مولانا عرفان الحق، مولانا سلمان الحق، مولانا لقمان الحق، مولانا سید یوسف شاہ، مولانا بلال الحق ،مولانا اسامہ سمیع، مولانا خذیمہ سمیع کے علاوہ جامعہ کے شیوخ واساتذہ اوراہل علاقہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

(قسط ۶) مرتب: مولانا حافظ خرم شہزاد

ملفوظات امام لاہوریؒ

''تفسیر لاہوری'' کی روشنی میں!

نیکی اور بدی کا مفہوم

''ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو وہ نیکی ہے اور جس کام سے ناراض ہو وہ برائی ہے، اس فیصلہ کی بنا پر ایک کام بظاہر نیکی ہے مگر وہ حقیقت میں اس لیے بدی بن جاتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے مثلاً ایک شخص اس نیت سے نماز پڑھتا ہے کہ فلاں آدمی مجھے نمازی سمجھ کر اپنی لڑکی کا رشتہ دے دے، اس نماز کا اسے ثواب نہیں ہوگا بلکہ گناہ ہوگا کیونکہ اس نے غیر اللہ کے دکھلاوے کے لیے نماز پڑھی اور بعض اوقات ایک کام بظاہر بدی ہوگا مگر چونکہ اس میں رضائے مولیٰ مطلوب ہے اس لیے وہ نیکی ہو جائے گا مثلاً ایک ڈاکٹر کسی مسکین مسلمان کا بلا فیس محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آپریشن کرتا ہے اگرچہ مسلمان کو چیرنا پھاڑنا سخت گناہ ہے مگر چونکہ اس کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہے اس لیے وہ آپریشن عبادت میں شمار ہوگا۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۳۴۶)

اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد

''یہ عاجز بھی اس گروہ میں شامل ہے جسے حقارت آمیز طریقہ سے ''مُلاّ'' کہا جاتا ہے، میں (احمد علی) مسلمانوں کے پہلے دو گروہوں سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے پہلے فقط ایک سال کے لئے بطور امتحان پاکستان کے ایک صوبہ کی حکومت دے دیجئے، ان شاء اللہ، اللہ جل شانہ کی غیبی امداد سے قرآن مجید کی ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر حکومت قائم کرکے دکھاؤں گا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے یقین کامل ہے کہ پاکستان کے سب سے پہلے گورنر جنرل اور مسٹر لیاقت علی خان کے اعلان کے مطابق آپ کو پاکستان کی تصویر نظر آنے لگے گی اور کافی اور معتدبہ حالت تک محمدی اسلام کا نقشہ نظر آنے لگے گا۔ خدا کے فضل سے جب آثار اچھے نظر آئیں تو پھر دو سال مزید مہلت دیجئے گا تاکہ تین سال میں آثارِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مفسرین اور محدثین (رحمہم اللہ کا) پورا نقشہ اس صوبہ میں نظر آنے لگے۔ ایک صوبہ میں اس نقشہ پر نظام قائم کرنے کے لیے پہلے مجھے اپنے ہم خیال وہم رنگ معاونین کے انتخاب کرنے کی ضرورت ہوگی اور اس انتخاب کی میعاد تین ماہ ہوگی۔ میرا یقین ہے کہ حکومت کے ہر شعبے میں ایماندار، دیانتدار، فرض شناس، اسلام کے سچے خیر

خواہ ،مسلمانوں کے پکے ہمدرد، اسلام محمدی کو زندہ کرنے کے خواہش مند موجود ہیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ اورتو اور مجھے پولیس اور فوج سے ان صفاتِ حمیدہ سے متصف آدمی مل جائیں گے جو میرے دست وبازو بنیں گے جو اللہ تعالیٰ کے دربار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سرخرو ہونے کے لیے پوری ہمت سے کام کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ جب ایک صوبہ میں قدامت پسندوں کے ہاتھ سے اسلام محمدیؐ کا نمونہ قائم ہوجائے گا تو پھر باقی صوبوں کو بھی اس پر ڈھال لیجئے گا۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲،ص ۳۳۶)

پاکستانی مسلمانوں کے لیے ایک نصیحت

''یہ مانا کہ ہمارا روحانی باپ یعنی بادشاہ اسلام پاکستان میں کوئی نہیں لیکن آپ نے ایسی نظیریں کہیں بھی نہیں دیکھیں کہ ہونہار اور سمجھدار بچے اپنی سمجھ اور مآل اندیشی سے کام نہ لیتے ہوئے وقت ضائع کرتے ہوں۔ وہ کسب کمال کے لیے بڑی محنت کرتے ہیں بالآخر وہ باکمال ہوکر اپنے ہمعصروں میں عزت کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ایسے بچوں کا کمال اور زیادہ قابل داد ہوتا ہے اسی طرح ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم اپنا وقت ضائع نہ کریں اور جس کمال کے حاصل کرنے کے لیے ہمارے خالق نے ہمیں درسگاہِ دنیا میں بھجوایا ہے اسے حاصل کرنے میں پوری محنت اور جانفشانی سے کام لیں اور وہ کمال عبدیت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات: ۵٦) ''میں نے جنوں اور انسانوں کو سوائے عبادت کے اور کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲،ص ۳۷۳)

ایک دیندار کا ایمان افروز واقعہ

''جب اس گنہگار کو اللہ تعالیٰ دہلی سے لاہور لایا اور خدا تعالیٰ کی قدرت کہ مجھے شیرانوالہ سے باہر رہائش کے لیے ایک مکان کرایہ پر ملا چونکہ اس مکان کے قریب یہ لائن والی مسجد ہی تھی ، میں نے اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آنا شروع کردیا، یہ مسجد دراصل پولیس لائن والوں کی تھی محلّہ نہیں تھا، پولیس والے ہی اکثر اس میں نماز پڑھا کرتے تھے جس طرح کہ ہر تھانے کے پاس آپ دیکھیں گے کہ چھوٹی سی مسجد ضرور ہوتی ہے جس میں پولیس کے آدمی جو نمازی ہوتے ہیں وہ اس میں وقت پر نماز پڑھا کرتے ہیں تاکہ دور بھی نہ جانا پڑے اور نماز بھی باجماعت ہوجائے ۔ میرے لاہور میں آنے کے وقت پولیس لائن تو یہاں سے اٹھائی جاچکی تھی اور چھوٹی سی یہ مسجد، مسجد ہی رہی۔ اس میں نواں محلّہ میں جو مسجد کے متصل ہے اس محلّہ کے رہنے والے ایک بزرگ بحیثیت خادم محض اللہ کی رضا

حاصل کرنے کے لیے مسجد کی خدمت کرتے تھے اور ان کا ذریعہ معاش بزازی (کپڑے) کی ایک چھوٹی سی دکان تھی جو اسی مسجد کے قریب ہی تھی، وہ بچارے کوئی بڑے سرمایہ دار تو نہیں تھے، انھوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں ہندوؤں سے کپڑا ادھار لاتا ہوں اور میں نے ہندو بزازوں (کپڑا فروخت کرنے والوں) سے کہہ رکھا ہے کہ میں ادھار لے جاؤں گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ وعدے کے مطابق (کپڑے کے) تھانوں کی قیمت تو ادا کروں گا مگر سود نہیں دوں گا، مرحوم فرماتے ہیں کہ ہندو مجھے کہتے تھے کہ بہت اچھا میاں جی! آپ بیشک جتنی ضرورت ہو کپڑے لے جایا کریں اور وقت پر قیمت ادا کر دیا کریں، ہم آپ سے سود نہیں لیں گے۔ آپ نے دیکھا کہ اللہ کے ایک بندے اور اسکی پاک نیت کی بنا پر کس طرح ہندوؤں کے دلوں کو نرم کر دیا تھا، یہ رعایت دراصل حاجی صاحب مرحوم کی للّٰہیت اور اخلاص کا نتیجہ تھی کہ اللہ کو معلوم تھا کہ میرا بندہ اتنا سچا اور پکا مسلمان ہے کہ بھوکا رہنا منظور کرے گا مگر سود دے کر مجھے ناراض کرنا گوارا نہیں کرے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہندوؤں کے دلوں کو نرم کر دیا تھا، اللہ اپنے مخلص بندوں کی خاطر اپنے دشمنوں کے دلوں کو بھی پھیر دینے پر قادر ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۴۰۵)

ایک بخیل طبیب کا واقعہ

''ہمارے ہاں ایک قابل دوست جو طبیب تھے ہم نے اُن کو کہا کہ کسی کو خادم بنا کر نسخے بنوائیے! دکان نکال دو تو خلق اللہ (اللہ کی مخلوق) کو نفع ہوگا، کہتے تھے کہ نہیں! ان کو سکھاؤں (گا) تو (یہ) کمائیں گے (اور) مجھے نہیں کھلائیں گے۔ آخر میں اندھا ہوا وہ بیش قیمت نسخے بھی اپنے ساتھ لے گیا۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۴۲۵)

موت سے انسان کے آٹھ پہلوؤں کا بدلنا

''موت سے انسان کے کئی پہلو بدل جاتے ہیں، پہلا دنیا کی زندگی کا خاتمہ، دوسرا ہر قسم کے کام کی رکاوٹ، نہ کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے نہ بول سکتا ہے وغیرہ وغیرہ، تیسرا اس کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ پر ورثاء کا قبضہ، چوتھا سطح دنیا سے رخصتی کا آخری غسل اسے دیا جاتا ہے، پانچواں سطح دنیا سے رخصتی کے وقت کفن کا لفافہ پہنایا جاتا ہے، چھٹا سطح دنیا سے رخصتی کے وقت جنازہ سامنے رکھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، ساتواں اس کے جنازہ (میت) کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے، آٹھواں انسان کے جسم کا روح سے جدا ہونا، تاہم روح کا تعلق جسم سے کسی حد تک باقی اور برقرار رہتا ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۴۲۷)

موت کی دوقسمیں

''انسان پر دنیا میں جو دور گزرے ہیں ان میں آخری مرنے کا وقت تھا۔ موت کی دوقسمیں ہیں، ایک موت محمود اور دوسری موت مذموم۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۴۲۸)

علماء اور پیرانِ عظام کا ایک مرض

''یہ مرض ہمارے علماء اور پیرانِ عظام میں بھی ہے کہ دینی خدمت تو کرتے نہیں اور مدح اور تعظیم چاہتے ہیں اگر سیدنا ومولانا نہ کہو تو نہایت رنجیدہ ہوتے ہیں اور اگر پیرانِ عظام کو حضرت صاحب غریب نواز حضور پاک نہ کہو تو نہایت بگڑتے ہیں اور تعظیم نہ کرنے والے کو محروم ومردود کہتے ہیں اور یہ مصرع سناتے ہیں، بے ادب محروم گشت از فضل رب۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۴۲۸)

قرآن مجید میں سیاست کے بہترین گُر ہیں

''جو قرآن کی تعلیم سے بے بہرہ ہے وہ خیال کرتا ہے کہ قرآن میں سیاست کی کوئی تعلیم نہیں ہے حالانکہ قرآن انسان کے ہر شعبہ حیات میں بہتر رہنما ہے، قرآن میں اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی سیاسی ہر ایک شعبہ کے متعلق بنیادی اصول اور ہدایات موجود ہیں اور اللہ کا اعلان ہے کہ اس قسم کے سچے اور منصفانہ اصول دنیا میں کسی قوم کے پاس نہیں، وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا (الانعام: ۱۱۵) اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں، قرآن میں جو سیاست کے گُر عالم قرآن کو سکھائے گئے ہیں وہ بہترین گُر دنیا کی کسی قوم کے پاس نہیں ہیں لہٰذا قرآن کا عالم جو اللہ کی سکھائی ہوئی سیاست سے نظام قائم کرے گا وہ مسٹر کے نظام سے یقیناً بہتر ہوگا کیونکہ مسٹر کو نظام سیاست سکھانے والا اللہ نہیں ہے بلکہ انگریز ہے'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۴۳۸)

حرام لقمہ کی نحوست

''اگر مال کی درآمد صحیح ہوجائے یعنی مال کو صحیح اور مشروع طریقہ سے حاصل کیا جائے تو سنگ بنیاد خیر کا قائم ہوجائے گا اور اگر مال کی درآمد صحیح نہیں تو سنگ بنیاد ہی خراب ہوگا کیونکہ جس کا لقمہ حرام کا ہے وہ اس کے قلب میں نہ نور، نہ کام میں برکت، نہ عبادت مقبول، نہ دعا مستجاب۔ غرضیکہ ہر قسم کی نحوستیں جمع ہوں گی اور قلوب مسخ ہوجاتے ہیں اور پھر اولاد بھی اسی طرح ہوگی اور یہ تمام خرابیوں کا سلسلہ جاری ہوجائے گا جس کا کوئی اختتام بھی نہیں ہوگا۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۴۴۴)

بہنوں کو حصہ نہ دینے والے سخت گنہگار

''قرآن مجید نے لڑکیوں کو حصہ دینے کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ لڑکی کے حصے کو اصل قرار دے کر اس کے اعتبار سے لڑکوں کا حصہ بتلایا اور بجائے لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ (دولڑکیوں کو ایک لڑکے کے حصہ کے بقدر) فرمانے کے بعد لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ (لڑکے کو دولڑکیوں کے حصہ کے بقدر) کے الفاظ سے تعبیر فرمایا۔ جو لوگ بہنوں کو حصہ نہیں دیتے اور وہ سمجھتے ہیں بادل نخواستہ شرما شرمی میں معاف کردیتی ہیں کہ ملنے والا تو ہے ہی نہیں تو کیوں بھائیوں سے برائی لیں، ایسی معافی شرعاً معافی نہیں ہوتی، ان کا حق بھائیوں کے ذمہ واجب رہتا ہے، یہ میراث دبانے والے سخت گنہگار ہیں، ان میں بعض نابالغ بچیاں بھی ہوتی ہیں، ان کو حصہ نہ دینا دوہرا گناہ وارث شرعی کے حصہ کو دبانے کا اور دوسرا یتیم کے مال کھانے کا۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۴۶۴)

آدمی بننے کے لئے پابند اخلاقِ حمیدہ ہونا لازم ہے

''دو ہاتھ، دو پاؤں، ایک ناک، دو کانوں اور ایک زبان سے ہی آدمی نہیں بن جاتا بلکہ آدمی بننے کے لیے تمغہ امتیاز انسانی یعنی پابند اخلاقِ حمیدہ ہونا لازمی ہے جس شخص کے اندر اخلاقِ حمیدہ کا رنگ نہیں وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد واجب الاعتقاد گواہ ہے۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ (التین: ۵) ''فرض انسانی نہ ادا کرنے کے باعث) ہم نے انسان کو سب سے گھٹیل (ادنیٰ و معمولی) مخلوقات سے بھی گھٹیل بنا دیا۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۴۷۰)

اخلاقِ حمیدہ کے دو درجے

''(۱) ادنیٰ: وہ یہ ہے کہ انسان دوسرے کے ساتھ وہ سلوک کرے کہ اگر اس کے ساتھ وہی کیا جائے تو اسے ناگوار نہ گزرے۔ (۲) اعلیٰ: اعلیٰ درجہ اخلاقِ حمیدہ کا یہ ہے کہ دوسرے بھائی کے ساتھ اپنی شان سے بہتر سلوک کیا جائے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۴۷۰)

رواجی مسلمان پانچ دفعات کا مجرم

(۱) اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا دشمن ہے (۳) قرآن مجید سے عناد رکھتا ہے۔ (۴) قانون معاشرت انسانی کا بیخ کن ہے۔ (۵) اپنی خبیث روش سے اخلاقِ حمیدہ کا خون کر رہا ہے۔ (تفسیر لاہوری، ج ۲، ص ۴۷۰)

سفرنامہ جاپان: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس
ضبط وترتیب: مولانا اسامہ سمیع حقانی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کا سفر جاپان

(قسط ۳)

جاپان میں اگر کوئی سڑک کے کنارے دکان سے کوئی چیز خریدتا ہو اور وہ گاڑی بیچ سڑک یا کنارے کھڑی کریں تو وہ جرم ہے اور اگر کہیں گاڑی خراب ہوگئی یا کوئی اور ایمرجنسی پیش آئی تو گاڑی سائیڈ پر کر کے ڈبل اشارے لگانے ہوں گے، ڈبل اشارے نہیں لگائے تو یہ بھی جرم ہے اور ڈرائیور گاڑی میں بیٹھا رہے گا اور اگر ڈرائیور نیچے اترا تو یہ بھی جرم ہے اور جرمانہ بھی سو، دوسو، چار سو، یا ہزار کا نہیں یا پولیس سے کہو گے کہ پیسے نہیں ہے معاف کر دیں، ان کی مرضی کہ پچاس ہزار کا جرمانہ لگا دیں یا ایک لاکھ کا، وہاں لائٹ پر چھ نشان لگائے جاتے ہیں تو لائٹ کمزور ہو جاتی ہے تو لوگ بڑی احتیاط کرتے ہیں وہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ بیچ سڑک یا سڑک کے کنارے کوئی گاڑی کھڑی کر دے بلکہ گھر کے باہر مختص جگہ ہوتی ہے تو وہاں گاڑی کھڑی کرنے کی اجازت ہے، اپنے گھر کے سامنے بھی کوئی سڑک کے اوپر گاڑی کھڑی نہیں کر سکتا یہ قانوناً جرم ہے ہمارے ہاں تو لوگ گاڑی ایک سائیڈ پر کھڑی کر دیتے ہیں اور دوسری گاڑی دوسری سائیڈ پر اور بیچ میں آپ کھڑے ہو جائیں گے، ایک بڑی لائن لگ جائے گی اور ہارن بجاتے رہیں گے اور ڈرائیور گاڑی میں بیٹھا موبائل پر باتیں کر رہا ہوگا، آپ ہارن بجاتے رہو اور ڈرائیور گاڑی کھڑی کر کے نیچے اتر کر گپ شب لگا رہا ہوتا ہے، کبھی کبھی تو دو ڈرائیور سڑک کے بیچ میں سے ایک دوسرے کے ساتھ گپ شپ لگا رہے ہوتے ہیں اور پیچھے گاڑیوں کی لمبی لمبی قطاریں ہوتی لگی ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں انسانیت کی قدر نہیں ہے اور اگر ہارن بجا دیا کہ ہٹ جائیں یا راستہ دیدیں تو آپ کو گھورے گا اور باتیں سنائے گا کہ صبر کرو نا تمہیں کیا جلدی ہے؟ یہ باتیں وہاں بالکل نہیں ہیں۔

وہاں جب مسجد بناؤ گے تو اس شرط کے ساتھ کے مسجد میں کتنے لوگوں کی جگہ ہوگی تو اندازہ لگایا جائے گا کہ کتنے مسلمان اردگرد رہتے ہیں تو ہر مسلمان کے ساتھ ایک گاڑی تو ہونی چاہے تو اسی

کے مطابق کار پارکنگ ضرور بنائی جائے گی ، کار پارکنگ کے بغیر مسجد نہیں بنے گی تاکہ راستہ بند نہ ہوجائے، روڈ کھلا رہے گا ،ہم جس جگہ آئے تھے یہ روس کی سرحدوں کے قریب تھی ، جہاں تیسری عالمی جنگ کی ایک کشتی بھی کھڑی ہے، وہاں مسجد کے پاس ایک بہت بڑا میدان تھا، میں سمجھا کہ یہ تو سرکاری جگہ ہوگی یا کھیل کا میدان، لیکن انہوں نے کہا کہ نہیں! یہ اس مسجد کے لیے ہم نے کار پارکنگ بنائی ہے کہ یہاں گاڑیاں کھڑی ہوں اور کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، میں نے کہا کہ اتنی بڑی جگہ! تو کہنے لگے کہ شیخ صاحب! یہ سڑک کے اُس پار جو میدان نظر آرہا ہے وہ بھی ہم نے اس مسجد کی کار پارکنگ کے لیے خریدی ہے، مسجد چھوٹی ہوتی ہے لیکن کار پارکنگ کنال، دو کنال، جیرب اور دو جیرب ہوتی ہے اور وہاں بھی گاڑی کھڑی کرنے والی جگہ پر لائن لگی ہوتی ہے، وہاں پر غلط پارکنگ اور نہ گاڑی لائن سے باہر کھڑی کر سکتے ہیں۔ چھوٹی گاڑیوں کی اپنی جگہ ہے اور بڑی گاڑیوں کی اپنی اور گاڑیاں بھی ایک دوسرے کے ساتھ سیدھی کھڑی ہوتی ہیں، کسی بھی وقت اگر کوئی گاڑی نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہے یہ نہیں کہ میری گاڑی کے پیچھے تو کسی اور نے گاڑی کھڑی کر دی اور میں گاڑی نہیں نکال سکتا، کوئی پرواہ نہیں گاڑی کھڑی کر دو اور چابیاں بھی اس میں چھوڑ دو، یہاں چوری اور چھیننے کا کوئی خطرہ نہیں ، یہاں ہم پاکستان میں ڈرتے ہیں کہ کوئی چور نہ لے جائے، یہ مسلمانوں کا حال ہے ڈرتے ہیں وہ کافروں کا ملک ہے لیکن چوری و چھیننے کا ڈر وہاں نہیں ہے، اگر گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی کی تو پولیس دو منٹ کے اندر اندر آجاتی ہے ، جاپانیوں کی ایسی تربیت اور منظم طریقہ کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ ان کو ایسی تربیت کس نے دی ہے؟

بہرکیف! یہاں اس مسجد میں لوگ بہت زیادہ آئے ہوئے تھے ، مسجد بلال کے سامنے میرا استقبال کیا گیا ان میں پاکستانی ، بنگلہ دیشی اور بھارت کے مسلمان بھائی کے علاوہ اور بہت سارے مسلمان ملکوں کے بھائی بھی تشریف لائے تھے۔ انہوں نے میرے آنے کا سنا تھا، وہاں کے بہت سے لوگ میرے بیانات سنتے ہیں، بعض لوگ ایک دوسرے سے معلوم کر کے آئے تھے کہ یہاں کوئی مہمان بیان کے لئے آرہا ہے، وہاں پر امام صاحب اور خطیب صاحب کا گھر بھی مسجد کے ساتھ ہوتا ہے اور مسجد کے اندر امام صاحب اور خطیب صاحب کا کمرہ بھی ہوتا ہے، مسجد میں غسل خانے اور وضو خانے بھی ہیں اور باہر مسجد کے ساتھ ایک بڑی کار پارکنگ بھی ہوتی ہے اور میں جس مسجد بلال کی بات کر رہا ہوں ، یہ بہت بڑی مسجد ہے، اس مسجد کا کل رقبہ تقریباً ۳ کنال پر محیط ہے اور کچھ عرصہ قبل اس مسجد کی زمین پاکستانی کرنسی کے مطابق ایک کروڑ ساٹھ لاکھ میں خریدی گئی تھی۔

یہ مسجد شہر سے تھوڑے فاصلے پر واقع ہے اس جگہ کو ''نہنو'' کہا جاتا ہے ، یہاں پر اذان اور نماز لاوڈ سپیکر پر ہوتی ہے اور لاوڈ سپیکر پر اذان اور بیان کرنے کی پابندی نہیں ہے، گھر میں بھی لوگ بیان وغیرہ پوری آزادی سے سنتے ہیں، ایسی کوئی پابندی نہیں ہے کہ کوئی غیر مسلم آکر کہے کہ تم لاؤڈ سپیکر پر اذان کیوں دے رہے ہو؟ تمہاری اذان کی وجہ سے میری نیند خراب ہورہی ہے یا تم بیان یا تقریر کیوں کر رہے ہوں ؟ مجھے تکلیف ہو رہی ہے،نہیں! ایسا کچھ بھی نہیں ہے،ان لوگوں میں مسلمانوں اور انسانوں کا احترام بہت ہے، وہ مسلمانوں کی عزت اور قدر کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ کسی بچے کی مجال نہیں کہ کسی محلے میں شور شرابا کریں، وہاں پر ہمارے جیسے گھر نہیں ہوتے کہ جس کی چار دیواری ہوتی ہے،وہاں پر پردہ بھی نہیں ہوتا، لوگ ایک دوسرے کو غلط نظر وں سے نہیں دیکھتے، وہاں پر دو یا تین کمروں پر مشتمل مکان ہوتا ہے، ایک باورچی خانہ اور ایک غسل خانہ ہوتا ہے ۔ اوپر والی منزل کے لئے سیڑھیاں ہوتی ہیں، اوپر بھی دو یا تین کمرے اور ایک غسل خانہ ہوتا ہے اور گھر کے سامنے ۳ یا ۴ گاڑیوں کے لئے خالی جگہ ہوتی ہے، وہاں لوگ جب باہر نکلتے ہیں تو گاڑی میں بیٹھ جاتے ہیں اور راستے میں اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے اور جب واپس آتے ہیں تو اسی گاڑی سے گھر میں اُتر جاتے ہیں، ہاں!اگر کوئی مسلمان حیا کی وجہ چار دیواری نما چھوٹی دیوار بنالے تو ٹھیک ہے ورنہ جاپانی لوگ چار دیوری نہیں بناتے ،اپنے گھروں میں رہتے ہیں، وہاں پر شور شرابا نہیں ہوتا، بچوں کو ایسا سمجھایا گیا ہے کہ باہر ان کی آواز کوئی نہیں سن سکتا، بچوں کو گھروں میں پال پوس کر تربیت دی جاتی ہے، اگر کوئی بچہ گھر میں شور کر رہا ہے تو پڑوسی پولیس کو کال کر لیتے ہیں کہ مجھے ان کے شور سے تکلیف ہو رہی ہے، پولیس والے آکر ان سے شور کی وجہ پوچھتی ہے اگر بچہ بیمار ہے تو پوچھتے ہیں کہ ڈاکٹر کے پاس کیوں نہیں لے کے جاتے ؟ اگر بھوک لگی ہے تو بچے کو کھانا کھلاؤ، یا باہر کھیلنے کے لئے رو رہا ہے تو باہر پارک لے کے جاؤ، یا کوئی چیز مانگ رہا ہے تو وہ چیز اس کو دیں، وہاں پر بچے کا رونا بالکل منع ہے ۔ اگر بچے کو کچھ تکلیف ہو تو لے جانے کی ضرورت نہیں بس ایک کال ملاؤ ایمبولنس آکر علاج کے لئے بچے کو لے جائے گی اور علاج کے بعد بچے کو واپس گھر چھوڑ دے گی ،ایک جگہ ایک پارک میں بہت زیادہ بچے تھے اور خوب شور مچایا ہوا تھا تو میں نے پوچھا یہ کیوں؟ تو کہنے لگے کہ یہ بچے ایک ہفتے سے گھروں میں بند تھے، کوئی شور شرابا، رونا دھونا نہیں کیا تو یہ ہفتہ، اتوار یہاں آکر اپنی بھڑاس نکالتے ہیں، بچے کو وہاں اس طرح تربیت دی ہوتی ہے کہ وہ شور شرابا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے، جب ہم اپنے گھروں میں داخل ہوتے ہیں تو بچوں کا رونا دھونا ،شور شرابہ شروع ہو

جاتا ہے۔ایک طرف سے ایک رو رہا ہے تو دوسری طرف سے دوسرا۔ نہ ماں کھانا پکا سکتی ہے نہ چائے بنا سکتی ہے اور نہ کوئی کام گھر کرسکتی ہے، دن کو بھی رونا اور رات کو بھی رونا لیکن جاپان میں یہ چیز نہیں ہے مجال ہے کہ چھوٹے بچے ادھر ادھر پیشاب کریں، ان کی ایسی تربیت کی جاتی ہے کہ پیشاب کہاں کہاں کرنا ہے، جب یہ سب حالات میں دیکھ رہا تھا تو مجھے عہد نبویؐ کی یاد آ رہی تھی کہ یہ میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ہیں کہ آپؐ نے بچوں کو یہ اخلاق سکھلائے تھے، بچوں کو مارنا پیٹنا شریعت میں جائز نہیں، ہاں! جب بچہ دس سال کا ہو جاتا ہے تو نماز نہ پڑھنے پر مار سکتے ہیں، ہمارے سکولوں میں استاد بچے کو کہتا ہے کہ ہاتھ پکڑو، ہاتھ الٹا کرو اور مار پیٹ لیتے ہیں، ہمارے کچھ مدارس بھی ایسے ہیں جن میں بچوں کو مارا پیٹا جاتا ہے، بعض قاری صاحبان کو غصہ بہت آجاتا ہے، ایک دفعہ میں یہاں دارالعلوم نعمانیہ میں مہتمم صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک طالب علم بھاگا بھاگا آیا کہ حضرت! قاری صاحب نے ایک بچے کو مارا پیٹا ہے اور وہ بے ہوش ہے۔ حضرت مولانا روح اللہ صاحب، مہتمم صاحب، ڈاکٹر انور گل صاحب اور میں جب وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ طالب علم زمین پر پڑا ہوا ہے اور عجیب سی آوازیں نکال رہا ہے اور منہ سے جھاگ نکل رہا ہے اور وہ بے ہوش پڑا ہے اور ایک نابینا قاری صاحب (جو طالب علم کا استاد تھا) اور ایک موٹا ڈنڈا قاری صاحب کے ہاتھ میں تھا اور قاری صاحب وہاں جھوم رہا تھا، میں نے کہا قاری صاحب! طالب علم کو کیوں مارا ہے ؟ کہنے لگے کہ میں سمجھا کہ یہ بلّی ہے۔ اے اللہ کے بندے! بلی کو اس طرح کوئی مارتا ہے تو اس بچے کے سر پر ڈنڈا لگ گیا تھا تو بچہ بے ہوش ہو گیا تھا تو جاپان میں آپ بچوں کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے، اسکولوں میں بھی مار پیٹ نہیں ہے، پیار محبت سے بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے اور پیار سے اپنے قریب لاتے ہیں، بچوں کے اسکول میں ایک وقت کھیل کود کے لئے مخصوص ہوتا ہے اس میں بچے کھیل کود اور شور کر سکتے ہیں، مسجد میں لاؤڈ سپیکر لگا ہوتا ہے اور جب میں یا کوئی اور تقریر کر رہا ہوتا ہے تو کتنا شور ہوتا ہے، لیکن کوئی نہیں کہتا کہ شور ہے، تقریر، اذان، بیان اور اللہ کے نام سے ان کا کیا واسطہ؟ لیکن ان کے دل میں انسانیت کی بہت قدر ہے کہ یہ مسجد مسلمانوں کی عبادت کی جگہ ہے، اس میں یہ تقریر کریں گے۔

جب میں مسجد بلال میں پہنچا وہ وہاں لوگوں نے میرا بہت ہی پرتپاک استقبال گیا پھر وہاں پر بیٹھے تعارف ہوا اور ایک دوسرے کے ساتھ مختصر سی باتیں بھی کیں پھر حاجی ارشاد خان صاحب کے گھر چلے گئے، ان کا ایک اور بھائی جناب شمشاد خان صاحب ہیں، انہوں نے کہا اچھا شیخ صاحب!

ہمارے پرانے گھر آئیں گے، اس گھر کا تہہ خانہ میرے لئے خالی کیا ہوا تھا اور بچوں کو اُوپر منتقل کیا ہوا تھا کہ آپ کے پاس مہمان آتے ہوں گے، واقعتاً صبح بھی مہمان آئے اور رات کو بھی، مجھے پہلے سے بتایا ہوا تھا اور ویڈیو میں بھی دکھائی تھی کہ شیخ صاحب! میں نے نئی گاڑی آپ کے لئے خریدی ہے، میں ایک غریب مسکین اور کمزور مولوی ہوں کوئی میری قدر کرے اور مجھ سے محبت کرے، میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ جس جس نے مجھ سے محبت کی ہے بالخصوص حاجی ارشاد صاحب، اللہ ان کو دونوں جہانوں کی خوشیاں نصیب فرمائے۔ مہمند قوم یہاں پر تو ویسے بھی ہمارے پڑوسی ہیں، ہمارے بھائی ہیں لیکن وہاں انہوں نے مجھے جو عزت دی ہے وہ میں بیان نہیں کرسکتا، وہاں میں نے رات گزاری، بہت زیادہ تھکا ہوا تھا، جہاز کا طویل سفر کیا ہوا تھا، تھوڑا آرام کیا اور صبح کچھ ملاقاتیں بھی کیں، وہاں پر بھی ان کا ایک بھائی ہے جو بیمار ہے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے بھائی کی تیمارداری بھی کرلیں گے اور ہسپتال بھی دیکھ لیں گے، اس بیچارے کا پاؤں ٹوٹا ہوا تھا، جمعے کے دن ہم ہسپتال گئے، چار پانچ منزلہ ہسپتال تھا، میں نے دل ہی دل میں کہا کہ کاش! پاکستان میں بھی اس طرح کا ہسپتال ہوتا، جاپان کے ہر شہر میں بلکہ ہر بارہ کلومیٹر بعد ہسپتال ہوتا ہے۔ ہر ہسپتال چار پانچ منزلہ ہوتا ہے اور ہر ہسپتال کے ساتھ بڑا گراونڈ کار پارکنگ کے لئے بھی مختص ہوتا، وہاں میں نے ایک عجیب چیز دیکھی جب ہم نے وہاں گاڑی کھڑی کی تو کار پارکنگ کے اوپر ایک شیشے کی چھت تھی یہ سولر والے شیشے کی نہیں، لوہے کی بھی نہیں، تانبے کی بھی نہیں، سیمنٹ کی بھی نہیں بلکہ عام شیشے سے بنی ہوئی تھی اور اس سے وہ بجلی بناتے ہیں اور اس سے پورے ہسپتال اور سٹور کو بجلی فراہم کی جاتی ہے۔ ہمارے لوگوں کو تو کچھ نہیں آتا مجھے کسی نے کہا کہ ہمارے ملک میں فلاں جگہ پر تیل نکلا ہے اور اس کے ارد گرد دیوار چڑھا دی گئی ہے اور اسی طرح وہ جگہ خالی پڑی ہے، تو اس کا کیا فائدہ ؟ ہمارے لکی مروت، کرک علاقوں میں بھی گیس دریافت ہوئی ہے، کہتے ہیں کہ وہاں زمین پر ماچس کی تیلی لگانے سے آگ لگ جاتی ہے تو کیا فائدہ؟ ہم روز یہی نعرے لگاتے ہیں کہ نواز شریف آیا اور چلا گیا، شہباز شریف آیا اور چلا گیا، زرداری آیا اور چلا گیا، عمران آیا اور چلا گیا۔ پوری قوم اس غم میں مبتلا ہے کہ آج فلاں لیڈر اور کل فلاں لیڈر اور پرسوں کوئی اور لیڈر۔ ان لیڈروں کو قوم کی کوئی فکر نہیں کہ یہ قوم بھی ترقی کرے۔ اگر جاپان میں کہیں گیس نکل آئے تو فوراً اس کو محفوظ کرتے ہیں، کبھی تیل نکل آئے تو فوراً وہاں کی کھدائی شروع کردیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں تیل اور گیس سب کچھ ہے لیکن نکالنے والا کوئی نہیں، سب کو اپنی اپنی کرسیوں کی فکر ہے اور مزے کررہے ہیں۔

میں حیران رہ گیا کہ پورے جاپان میں ٹریفک پولیس نہیں ہے اور لوگ ٹھیک ٹھاک سڑکوں پر چل رہے ہیں اور یہاں پاکستان میں دیکھیں کہ کوئی کہاں گاڑی کھڑی کرتا ہے اور کوئی کہاں؟ تو جب ہم ہسپتال میں داخل ہوئے تو وہاں کی صفائی ستھرائی دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ وہاں ویزیٹر کے لیے الگ کرسیاں ہیں، یہ نہیں ہے ایک وارڈ میں مرد اور عورتیں اکٹھے گھس جائیں، سوال ہی نہیں بنتا۔ یہاں تو گائنی وارڈ ہوگا اور یہ لڑکے اس کے درمیان میں پڑے ہوتے ہیں اور کہے گا کہ میں تو اپنی بیوی، ماں اور اپنی بہن کے لیے آیا ہوں اور عورتوں کے درمیان پر رہا ہوگا۔ اللہ کے بندے! پرائی عورتیں ہیں لیکن مجال ہے کہ کوئی زبان سے ایک لفظ بھی نکالے۔ وہاں الگ کرسیاں رکھی ہیں وہاں بیٹھ جائیں، جاپانی لڑکا یا لڑکی آپ کے پاس آکر پوچھے گا کہ بتائیں کہ آپ کا کیسے آنا ہوا؟ آپ کہیں گے کہ میں اپنے مریض سے ملنے آیا ہوں۔

ہم حاجی صاحب کے بھائی کی عیادت کے لئے وہاں گئے تھے تو جاپانی لڑکی ہمارے پاس آئی تو مجھے تو جاپانی نہیں آتی لیکن جو شخص ہمارے ساتھ تھا اس کو آتی تھی اس نے اُس لڑکی کو کہا کہ ہم فلاں مریض کی عیادت کے لیے آئے ہیں تو لڑکی نے کہا کہ اجازت نہیں ہے، انہوں نے پھر اس لڑکی کو کہا کہ یہ پاکستان سے آئے ہیں، چلیں صرف ان کو ملنے کی اجازت دے دیں، تو اس لڑکی نے کہا میں اپنے بڑے ڈاکٹر سے پوچھتی ہوں جب وہ واپس آئی تو کہا کہ اجازت نہیں ہے، کیوں اجازت نہیں ہے؟ کہا کہ آپ سے اس مریض کو کہیں کوئی بیماری نہ لگ جائے، اس لیے اجازت نہیں ہے۔

وہاں جب کوئی مریض کو ہسپتال لے جائے تو اب ہسپتال جانے اور مریض جانے۔ وہ مریض کے کھانے پینے اور صحت کا خیال رکھیں گے اور ایک وارڈ بوائے آپ سے بہتر مریض کا خیال رکھے گا، وہ اخبار بھی لائے گا اور انجکشن بھی لگائے گا۔ یہاں کی طرح نہیں کہ ہر دومنٹ بعد چلا جائے، نہیں! وہاں ہسپتال کا باقاعدہ ایک بندہ مریض کے پاس بیٹھا ہوتا ہے۔ وقت پر انجکشن اور وقت پر گولیاں دی جاتی ہیں اور یہاں کیا ہے؟ جب ہسپتال چلے جائیں تو آپ کو ڈاکٹر دوائی لکھ کر دے دیتا ہے اور آپ کو دوڈبے دوائی کی ضرورت ہوگی اور وہ آپ کو چھ ڈبے تھما دے گا۔ وہاں ڈاکٹر آپ کو دوائی لکھ کر نہیں دیتا۔ ہمیں ان کے بھائی اصغر صاحب سے ملنے کی اجازت بالکل نہیں ملی اور جب ہمیں اجازت نہیں ملی تو یہ لوگ ہمیں بڑی عزت کے ساتھ لفٹ تک چھوڑنے آئے تاکہ ہم لوگ ناراض نہ ہوجائیں اور ہمیں جھک کر سلام کر کے رخصت کیا۔ (جاری ہے)

جناب شجاع الدین شیخ

امیر تنظیم اسلامی پاکستان

''تفسیر لاہوری'' ایک مستند تفسیری مجموعہ

مجھے یہ کہنے میں ہرگز کوئی باک نہیں کہ میں اہل علم میں سے نہیں ہوں البتہ مجھے یہ اعزاز ضرور حاصل ہے کہ میں مشہور ومعروف مدرس قرآن ڈاکٹر اسرار احمد کے تلامذہ میں سے ہوں، قرآن مجید کا ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں، قرآن مجید کا غور وفکر اور تدبر سے مطالعہ کرنے کی کوشش بھی کرتا ہوں اور بیان بھی کرتا ہوں اور اس سلسلے میں رہنمائی کے لیے جید علماء کے در پر اکثر حاضری دینے کی سعادت بھی حاصل کرتا رہتا ہوں۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ذکر آ ہی گیا ہے تو یہ بھی بتاتا چلوں کہ مولانا احمد علی لاہوریؒ کے بارے میں میرا پہلا تعارف ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی زبانی ہوا تھا۔ نومبر ۱۹۷۶ء میں مسجد شیرانوالہ گیٹ میں درس دیتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا کہ انہیں اسی منبر پر بیٹھ کر درس دینے کا اعزاز حاصل ہوا ہے جس پر بیٹھ کر مولانا احمد علی لاہوریؒ درس دیا کرتے تھے اور یہ بھی کہ جس مسجد خضریٰ سمن آباد لاہور میں انہوں نے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا ہے، اس کا سنگ بنیاد بھی مولانا احمد علی لاہوریؒ ہی نے رکھا تھا، پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء کو مولانا احمد علی لاہوریؒ کا انتقال ہوا اور تقریباً اسی دہائی کے وسط (غالباً ۱۹۶۶ء) میں ڈاکٹر اسرار احمد کا مسجد خضریٰ سمن آباد لاہور میں درس کا آغاز ہوا، ظاہر ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں یہ تو عالم بالا کے فیصلے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مولانا احمد علی لاہوریؒ کے درس کے تسلسل کو مرحوم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے ذریعہ سے جاری رکھا۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا ہم مسلمانان پاکستان پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے حضرت لاہوری کے دروس قرآن حرف بہ حرف لکھے، بعد ازاں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تفسیر قرآن کا یہ عظیم ذخیرہ محفوظ رکھا اور اسے شائع کرنے کا بیڑہ اٹھایا، ان کے انتقال کے بعد مولانا راشد الحق سمیع اور ان کے رفقائے کار نے شب و روز محنت کی اور اب ''تفسیر لاہوری'' کے نام سے علوم قرآن کا یہ مستند مجموعہ ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سمیع الحق، مولانا راشد الحق سمیع اور ان کے تمام رفقائے کار کے لئے اس عظیم کام کو توشہ آخرت اور وسیلہ مغفرت بنائے، بلاشبہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت ہی سے عمل ہو سکا ...... ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میرا یہ مقام نہیں کہ میں ''تفسیر لاہوری'' پر کوئی ''تبصرہ'' لکھوں مگر برادر محترم راشد الحق صاحب کے حکم پر چند گزارشات پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

قرآن مجید ایک ایسا معجزہ ہے کہ عہد نبویؐ سے لے کر آج تک تفسیر کا سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک ان شاء اللہ جاری رہے گا، ہر مفسر اپنے ذوق کے مطابق ہی تفسیر کرتا ہے یہ سلسلہ اردو تک محدود نہیں، دنیا کی اکثر زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے اور تفاسیر بھی لکھی گئیں ہیں، حضرت مولانا احمد علی لاہوری برصغیر پاک و ہند کی ایک مایہ ناز شخصیت تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو تفسیر کا ایک منفرد اور خاص ذوق عطا فرمایا تھا، مولانا احمد علی لاہوریؒ گو کہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے شاگرد تھے اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے چند نظریات سے علمائے دیوبند کو اختلاف رہا ہے مگر مولانا احمد علی لاہوریؒ کی تفسیر میں ان نظریات کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی، حضرت لاہوریؒ کی تفسیر کا منہج ولی اللہی ہے، اس میں اسرار و حکم بھی ہے اور نکتہ بیانی کا الہامی سلسلہ بھی، یہ حق تعالیٰ کا وہ خاص فیضان ہے جو عقل سلیم اور فطرت صحیحہ سے متعارف ہے۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ کے دروس قرآن کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے قرآن کریم کو ایک نظری کتاب سے زیادہ علمی و دستور حیات کے طور پر سمجھانے کی کوشش فرمائی جس کا حاصل یہ بنتا ہے کہ قرآن مجید ایک مسلمان کی عملی زندگی کا تین جہات سے احاطہ کرتا ہے، ایک اس کی انفرادی زندگی، دوسرے عائلی زندگی اور تیسرے تمدنی زندگی، یہ تعبیر شاہ ولی اللہؒ کے علوم سے اس طرح مستعار لی گئی ہے کہ تہذیب الاخلاق کے زیر عنوان خالق و مخلوق کا باہمی تعلق اور اس کے لوازم سے بحث ہوتی ہے، تدبیر منزل کے تحت ان احکام و آداب پر بات ہوتی ہے جو ایک مسلمان کے گھر اور اس کے متعلقات، اہل محلّہ یا قریبی سوسائٹی سے متعلق ہوں، ایک مسلمان جب اپنی انفرادی زندگی سنوار کر عائلی اور سماجی زندگی میں قدم رکھتا ہے تو پھر اس کی اگلی منزل ریاستی زندگی ہے، اس مرحلہ پر قرآنی تعلیمات کی نشاندہی ''سیاست مدنیہ'' کے عنوان سے کی جاتی ہے اور اس میں قوم و ملت کی ریاستی زندگی کے طور طریقے بتائے جاتے ہیں، حضرت لاہوری کے درسی افادات میں ان تمام علوم کی جھلک نظر آتی ہے۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ کے شاگردوں کا کہنا ہے کہ حضرت سے درس قرآن سن کر ذہن وفکر پر کوئی بوجھ محسوس نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی ذکر و عمل کے باب میں کوئی مشکل یا رکاوٹ محسوس ہوتی تھی، حضرتؒ بیان فرماتے اور یوں محسوس ہوتا کہ گویا نسل انسانی کی عملی ہدایت کے لیے وحی بھی اتر رہی ہے جس طرح امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو حضرت لاہوری کی صورت میں شاگرد رشید ملا اور اس نے شاہ ولی اللہ اور عبید اللہ سندھیؒ کے علوم و معارف سے عوام الناس کو متعارف کرایا، اسی طرح حضرت لاہوریؒ کو بھی مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی صورت میں اک ایسا تلمیذ رشید نصیب ہوا جس نے حضرت لاہوریؒ کے امالی کو زندہ جاوید کر دیا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس عظیم تفسیری کاوش کو امت کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے، حضرت لاہوریؒ، مولانا سمیع الحق شہیدؒ سمیت ہمارے تمام اسلاف کیلئے رفع درجات کا وسیلہ بنا دے اور اس تفسیر کے مرتبین کے لیے دنیاوی و اخروی نجات کا باعث بنا دے، اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (آمین یا رب العالمین)

جناب محمد علم اللہ*

ڈیجیٹل دور میں روحانی سکون واطمینان کی راہ

آج ہماری تعلیم کا سب سے بڑا مقصد محض حصول علم ہے، عہدوں، درجات اور نمبروں سے ڈگریوں کی طرف منتقلی، جس کے بعد مالی کامیابی اور آسائشوں کی طلب نے ہمیں متنوع نظاموں، ان کے مقرر کردہ نصاب اور امتحانی طریقہ کار کی پابندیوں میں قید کر دیا ہے، بدقسمتی سے یہ حصول اکثر ہماری زندگیوں کا واحد ہدف ہوکر رہ گیا ہے، جو ہمارے لئے کامیابی اور مقصد کا تعین کرتا ہے، جیسا کہ نام نہاد تعلیم یافتہ افراد کی زندگیوں میں ہم اکثر اس کا مشاہدہ کرتے ہیں، اگرچہ بہت سی اقدار خاندان کی پرورش کے ذریعے منتقل ہوتی ہیں مگر تعلیم کو خود آگاہی پیدا کرنے کیلئے ایک آلہ کے طور پر بھی کام کرنا چاہیے، اسے افراد کی رہنمائی کیلئے استعمال کرنی چاہیے کہ کس طرح زندگی گزاریں، دوسروں کے ساتھ بات چیت اور چیلنجز کا سامنا کیسے کریں، اس کے بغیر کوئی سوال کرسکتا ہے کہ کیا کوئی شخص واقعی اپنی جسمانی شکل سے ہٹ کر انسانیت کو مجسم بناتا ہے؟ بحیثیت انسان محض وجود نا کافی ہے، کردار، اخلاق اور مثبت رویوں کا بھی مظاہرہ کرنا چاہیے، ہماری تیز رفتار زندگیوں میں جدید سوشل میڈیا کی دراندازی نے ہمارے وقت کا ایک اہم حصہ ضائع کر دیا ہے۔

ڈیجیٹل دور میں عزیز واقارب کے لئے وقت مختص کرنا

افسوس! آج خاندانوں کے ساتھ گزارنے کے لئے معیاری لمحات کی بہت کم گنجائش باقی رہ جاتی ہے، انسانی تعامل جذباتی بہبود کے لئے ضروری ہے کیونکہ اس کی عدم موجودگی مختلف جسمانی اور ذہنی عوارض کا باعث بن سکتی ہے بلکہ اس پر تو اب باضابطہ تحقیقات آنی شروع ہوگئی ہیں کہ کیسے یہ

---

* جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، انڈیا

لوگوں کی زندگیوں کو تباہ کرکے اجیرن بنائے ہوئے ہے؟ ایسے میں ہم سب کے لئے ضروری ہے کہ خاندان کے لئے وقت مختص کریں اور رشتہ داروں، عزیز واقارب اور دوست واحباب کے ساتھ اجتماعات کے دوران مثبت سرگرمیوں میں مشغول ہوں، خاص طور پر قابل ذکر سماجی بہتری میں حصہ ڈالنے یا دوسروں کو غیر رسمی طور پر تعلیم دینے کا موقع نکالیں، سماجی سطح پر، باہمی سیکھنے، مہارتوں اور تجربات کے تبادلے کی سہولت کے لئے باقاعدہ اجتماعات کو فروغ دینا بہت ضروری ہے، یہ پلیٹ فارم دنیا میں تیزی سے ہونے والی تبدیلیوں کو سمجھنے اور ان چیلنجوں کی تیاری کے لیے خاص طور پر قیمتی بن جاتے ہیں جو ہماری اجتماعی بقا کا مطالبہ کرتے ہیں، اس سے آگے اخلاقی، سماجی اور تحریکی شعور کی تربیت اشد ضروری ہے، ان تحفظات میں سب سے اہم اس بات کو یقینی بنانے کا عزم بھی ہے کہ ہمارا کوئی بھی عمل دوسروں کو نقصان نہیں پہنچائے، اپنے حقوق کی وکالت کرتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ دوسروں کے حقوق کی خلاف ورزی نہ کریں، دوسروں کو دکھ یا تکلیف پہنچانے سے گریز کریں، قوانین وضوابط اور اخلاقی اصولوں کی پابندی سب سے اہم ہے، دوسروں کو پیچھے دھکیلے بغیر ترقی کی کوشش کرنی چاہیے، تحمل اور برداشت کو غالب ہونا چاہیے، خود غرضی اور انا پرستی کے موجودہ ماحول میں عاجزی اور شائستگی کو فروغ دینے والی سرگرمیاں ناگزیر ہیں، اس طرح کے اقدامات ضروری نہیں کہ وسیع وسائل کا مطالبہ کریں، ایک وینچر شروع کرنے میں اخلاص حل کی راہ ہموار کرسکتا ہے، ذرا تصور کریں کہ ہمارے محلوں میں جہاں لوگ اکثر اوقات تفریح کیلئے گلیوں کے نکڑ، چوک چوراہوں یا دیگر اجتماعی جگہوں پر اکٹھے ہوتے ہیں، ایسے حلقوں میں باقاعدہ تعلیمی، ثقافتی اور یہاں تک کہ علمی سرگرمیاں کیوں نہیں شروع کی جاتیں؟ یہ تبدیلی زیادہ باخبر، مربوط اور روشن خیال کمیونٹی کی پرورش کی جانب ایک بامعنی قدم ہوسکتی ہے۔

ڈیجیٹل دور میں روایتی اجتماعات کا اہتمام کرنا

گذشتہ دنوں ابو الفضل جامعہ نگر اوکھلا دہلی میں مسجد اشاعت اسلام میں ایسے ہی ایک پروگرام میں شرکت کا موقع ملا، جس کا نام تزکیہ نائٹ تھا، آج کل ہماری نشست و برخاست جس ماحول میں ہوتی ہے ایسی چیزیں بھی عجیب معلوم ہوتی ہیں لیکن عشا کی نماز کے بعد اس محفل میں شریک ہوا تو دیکھا کہ بہت سے نوجوان اس میں شریک تھے، قرآن پاک کی تلاوت اور اس پر غور وخوض سے

پروگرام کی ابتدا ہوئی، سوال وجواب کا سیشن چلا، چائے پانی کے بعد پھر نفس کی پاکیزگی کے حوالے سے گفتگو ہوئی اور ایک بزرگ نے اخیر میں مختصر وعظ کے بعد نوجوانوں کو اس بات کی تاکید کرتے ہوئے کہ مسجد میں ہی اجتماعی تہجد کا اہتمام کریں گے سب کو سونے کے لئے بھیج دیا، ایک ایسی دنیا میں جہاں ڈیجیٹل تعاملات اکثر ہمارے سماجی منظرنامے پر حاوی ہوتے ہیں، اس طرح کے روایتی اجتماع کا تجربہ جسمانی اجتماعات کی پائیداری اور اہمیت کو اجاگر کرتا ہے، تزکیہ محفل خاص طور پر روحانی ترقی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے حصول میں حقیقی دنیا کے روابط کی پائیدار قدر کی یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہے۔

بزرگوں سے واقعات سننے کا اہتمام کرنا

مجھے اپنے بچپن کا زمانہ یاد آتا ہے جب دادا دادی، نانا نانی کے ساتھ گھر کے تمام بچے اکٹھا ہوکر بیٹھا کرتے اور بڑے نبیوں، صحابیوں یا پھر بزرگوں کے قصے اور واقعات سنایا کرتے تھے، کچھ نہیں ہوتا تو دن بھر کی روداد ہی پوچھی جاتی کہ وقت کیسے گذارا؟ کیا اچھا کیا اور کیا نہیں وغیرہ، بعض گھروں میں تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) اور دیگر کتابوں کے پڑھنے کا بھی اہتمام ہوتا تھا لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب یہ چیزیں بھی محض قصے کہانیوں کی طرح بیان کرنے کیلئے رہ گئی ہیں اور ان کا وجود کہیں کھو گیا ہے، ابھی زیادہ دن نہیں گذرے جب ہمارے آس پاس شعر و ادب کی محفلیں منعقد کی جاتی تھیں، جہاں لوگ اپنا کلام اور تخلیق پیش کرتے اور اس پر نقد وتبصرہ کیا جاتا تھا، افسوس! اب اس طرح کی محفلیں بھی خال خال ہی دیکھنے کو ملتی ہیں، یہ حلقے مکالمے، سیکھنے، سمجھنے اور مثبت تبدیلی کو ابھارنے کے لئے طاقتور پلیٹ فارم کے طور پر کام کرتے تھے، اس کے برعکس واٹس ایپ، فیس بک یا یوٹیوب جیسے پلیٹ فارموں میں مکمل طور پر ڈوبے ہوئے افراد خود کو اسکرین کے مجازی دائرے تک محدود کر لیتے ہیں، اس ڈیجیٹل تنہائی سے آزاد ہونا اور حقیقی دنیا کے حلقوں میں فعال طور پر مشغول ہونا بہت ضروری ہے جو بامعنی مکالمے اور ذاتی ترقی کو فروغ دیتے ہیں، بصورت دیگر ہم مایوس کن تصور کے شکار ہونے کا خطرہ مول لیتے ہیں کہ ہماری پوسٹوں اور تحریروں کو دوستوں کی متوقع تعریف وستائش نہیں مل رہی ہے، جس سے احساس کمتری اور ادھورے پن کا احساس جنم لیتا ہے۔ یہ تمام کوششیں ہمارے اجتماعی مزاج میں دردسری کی ایک منفرد شکل میں حصہ ڈالتی ہیں، اس کا

علاج بامعنی انسانی رابطوں کے ذریعے خود اطمینانی حاصل کرنے میں مضمر ہے اگر ہم ان جذبات کو خلوص دل سے، ذاتی فائدے کے بغیر صرف اور صرف معاشرے کی بہتری کے لئے پیش کریں تو ایسی تعمیری سرگرمیوں میں حصہ لینے سے ہمیں حقیقی اندرونی اطمینان حاصل ہوسکتا ہے، کسی بچے، نوجوان یا طالب علم کو ہماری رہنمائی کی بنیاد پر اپنے اخلاق کو بہتر بناتے ہوئے دیکھنا ہماری محنت کا حقیقی پھل اور کامیابی بن جاتا ہے۔

سوسائٹی میں صحت مند مکالمے کا اہتمام کرنا

اس کو آسان بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اجتماعی طور پر اپنی کمیونٹیز میں ایسے حلقے قائم کریں جو ہماری دلچسپیوں اور محبتوں کے مطابق ہوں، یہ حلقے ایسی جگہیں مہیا کرتے ہیں جہاں دوست کھلی بحث میں مشغول ہو سکتے ہیں، خاص طور پر لوگوں خصوصا نوجوانوں کی اخلاقی، سماجی اور مثبت سیاسی سوچ کی تربیت پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، اس سلسلے میں صحت مند مکالمے اور بحث و مباحثے کے لئے پلیٹ فارم کی تشکیل بہت ضروری ہے، اس کے ساتھ ہی اسکرین کے زیر تسلط مصنوعی اور غیر حقیقی دنیا کی قید سے خود کو آزاد کرنا ہمیں اپنے قریبی ماحول میں آزادانہ سانس لینے کی اجازت دیتا ہے، یہ تبدیلی ہمیں حقیقی انسانی تعاملات کا مزہ لینے اور زندگی کے جوہر کا حظ اٹھانے کے قابل بناتی ہے، ان کوششوں کے ذریعے ہی ہم ڈیجیٹل قید سے آزاد ہوکر اپنے آس پاس کی دنیا کے مستند تجربات سے دوبارہ جڑ سکتے ہیں۔

ڈیجیٹل قید سے آزاد ہوکر حقیقی زندگی گزارنا

آیئے! ہم اجتماعی طور پر اسکرینوں اور الگورتھم کی حدود سے آزاد ہوں اور اس کے بجائے اپنے اردگرد متحرک سماجی حلقے تشکیل دیں، حقیقی گفتگو، ہنسی اور مشترکہ لمحات سے گونجنے والے یہ حلقے انسانیت کے جوہر کو دوبارہ دریافت کرنے کی کلید رکھتے ہیں، ڈیجیٹل دائرے سے باہر نکل کر اور اپنے فوری ماحول میں فعال طور پر مشغول ہوکر، ہم نہ صرف اپنی زندگیوں کو بہتر بنا سکتے ہیں بلکہ حقیقی اور بامعنی رابطوں کی طرف ایک اجتماعی تحریک میں حصہ ڈال سکتے ہیں، ان دائروں کو ترتیب دیتے ہوئے ہم ایک زیادہ خوشحال، باہم مربوط اور مستند وجود کی طرف سفر شروع کر سکتے ہیں، جہاں انسانی تعامل کی گرم جوشی پکسلز کی چمک سے کہیں آگے ہوتی ہے اور جس سے خود کو اطمینان اور روح کو سکون ملتا ہے۔

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی *

علمائے کرام اور سائنسدانوں کی ذمہ داریاں اور کام کا دائرہ کار

تاریخ امت مسلمہ کو اگر دیکھا جائے تو بہت سے فکری اور نظریاتی فرقے بنے ہیں جن سے امت میں افتراق و انتشار پیدا ہوا ہے۔ اگر ان فرقوں کے بننے کے عوامل پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ان فرقوں کے بننے کی بنیادی وجہ قرآن و حدیث کی من مانی تشریح ہے۔ قرآنِ پاک کے معنی کیلئے جو شرائط وآداب ہیں ان سے متعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ نے لکھا ہے کہ اس کیلئے پندرہ علومِ دینیہ میں مہارت اور دسترس حاصل کرنا ضروری ہے اور ان میں سب سے اہم علمِ وہبی ہے جو کہ حق سبحانہ تقدس کا عطیہ خاص ہے، جو کہ وہ اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتے ہیں یعنی تھوڑی عربی جان لینے یا اردو ترجمے دیکھ کر اگر کوئی اپنی رائے داخل کرے گا تو یہ سراسر گمراہی ہوگی، اگر ماضی قریب کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ان فتنوں کو پیدا کرنے والوں میں بعضے پروفیسر، ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان اور ایسے نام نہاد عصری علوم و جامعات کے محققین شامل تھے جنہوں نے اسلاف کی رائے سے ہٹ کر تحقیق کی آڑ میں شریعت کی من چاہی تشریح عوام کے سامنے پیش کی اور عوام کی ایک بڑی تعداد ان کی وجہ سے گمراہ ہوگئی اور یہ گمراہی پھیلانے کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، ایسا نہیں ہے کہ تمام پروفیسر، ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان، اور محققین حضرات ہی گمراہ ہوگئے ہیں، لہٰذا یہ قطعا مناسب نہیں کہ ہم عمومی طور پر ان تمام حضرات پر ہی گمراہی کا لیبل چسپاں کردیں اور نہ ہی ایسا کرنا چاہیے۔ ماضی بعید میں مسلمان سائنسدانوں میں ابوریحان محمد بن احمد البیرونی، فخر الدین رازی، ابو نصر محمد بن محمد فارابی، ابن سینا، محمد بن موسیٰ خوارزمی، امام غزالی، اور ابن خلدون جیسے قابلِ ذکر نام ہمیں نظر آتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر سائنسدان طب، فلکیات، طبیعات، کیمیا، فلسفہ، علم الکائنات (کونیات)، مابعد الطبیعات، منطق، ریاضی اور جغرافیہ وغیرہ سائنسی علوم کے ماہر تھے اور ان میں سے کچھ کی دینی حیثیت بھی مسلم تھی جن میں امام غزالی کا نام قابلِ ذکر ہے جبکہ ماضی قریب میں ہمیں بے تحاشہ قابلِ ذکر مسلمان سائنسدان، ڈاکٹر، انجینئر، اور محققین عالمی افق پر نظر آجائیں گے۔

---

* لیکچرر، منسٹر ٹیکنالوجی یونیورسٹی آئرلینڈ

جنہوں نے اپنے متعلقہ شعبے اور سائنس کی دنیا میں گراں قدر خدمات انجام دیں ہیں، نیز امت مسلمہ میں بعض استثنائیہ مثالیں موجود ہیں جن میں بعض ڈاکٹر، محققین، انجینئر، اور سائنسدانوں ہی کو اللہ پاک نے اتنی مقبولیت نوازی کہ جنہوں نے پہلے علمائے کرام، مفتیانِ کرام اور مشائخ کی صحبت اٹھائی اور پھر انہی حضرات سے اللہ پاک نے اتنا کام لیا کہ وقت کے بڑے بڑے علمائے کرام نے ان سے فیض حاصل کیا، مثلاً حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کہ کئی خلفاء دنیاوی شعبوں سے وابستہ تھے اور دینی اور دنیاوی شعبوں کا حسین امتزاج تھے مگر ان مثالوں سے ہم عمومی طور پر یہ نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے اور نہ ہی کرنا چاہیے کہ دین کی تشریح انجینئر، پروفیسر، محققین اور سائنسدانوں کے ذمہ ہے اور نہ ہی عمومی سطح پر اس کا اطلاق کرنا چاہیے کہ ایسی پالیساں مرتب کی جائیں کہ آگے آنے والی نسلوں میں یہ اِستثنائیہ مثالیں عمومیت اختیار کرلیں۔

ہمارے ملکِ عزیز میں الٹی گنگا بہہ رہی ہے یعنی جو انجینئر، پروفیسر، محققین اور سائنسدان حضرات ہیں، بجائے اس کہ وہ عالمی سائنسی تحقیق میں اپنا نام روشن کریں اور اپنے سائنسی شعبے میں مہارت حاصل کرکے پوری دنیا میں اپنا لوہا منوائیں اور امت کو درپیش جدید مسائل کا متبادل سائنسی حل پیش کریں، وہ اپنی ذمہ داریاں تو تندہی سے انجام نہیں دے رہے بلکہ ان ہی میں سے بعض انجینئر، پروفیسر، محققین اور سائنسدان حضرات دینی مسائل میں اپنی رائے زنی شروع کردیتے ہیں یعنی آپ کو بہت سارے انجینئر، پروفیسر، محققین اور سائنسدان ایسے ملیں گے کہ جن کو ان کے اپنے سائنسی شعبے میں تو مہارت حاصل نہیں اور وہ دینی مسائل میں عوامی سطح پر فتوی دینے شروع کردیتے ہیں اور اپنے آپ کو دینی اتھارٹی گردانا شروع کردیتے ہیں، یہ بالکل غلط روش ہے اور تاریخ امتِ مسلمہ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ جو امت میں گمراہی پھیلی وہ اسی روش سے پھیلی اور انہی لوگوں کی دینی کم علمی، کم فہمی اور تکبر سے امت نے بڑے بڑے فتنے دیکھے۔

دیکھئے! اگر کوئی انجینئر، پروفیسر، محقق اور سائنسدان کسی خاص شعبے کا ماہر ہے اور اس شعبے سے متعلق شرعی حکم معلوم کرنا ہے تو وہ انجینئر، پروفیسر، محقق اور سائنسدان اس شعبے کی مستند تکنیکی تفصیلات مستند دارالافتاء اور حضرات مفتیانِ کرام کی خدمت میں پیش کرے گا اور پھر یہ حضرات مفتیانِ کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مسئلہ سے متعلق شرعی حکم بیان فرمائیں یعنی جواز اور عدم جواز کا فیصلہ فرمائیں، یہاں ایک بات ضرور ذہن میں رہے کہ مفتیانِ کرام فرماتے ہیں کہ کسی عام شخص کو اپنی صوابدید پر جواز اور عدم جواز بیان کرنے کا حق نہیں ہے لیکن ایک عام آدمی کو مفتی کی طرف سے جواز اور عدم جواز کی

حکایت بیان کرنے کا حق ہے خاص طور پر جب وہ شخص کسی سائنسی شعبے کا ماہر ہو اور اس کو اس سائنسی ٹیکنالوجی کے معاملات اور اس کی اصل حقیقت کا علم اور ادراک ہو، مثلاً کوئی انجینئر، پروفیسر، محقق اور سائنسدان اپنی طرف سے تحقیق کرکے یہ فیصلہ نہیں کرسکتا کہ کون سی چیز جائز ہے اور کون سی ناجائز البتہ یہ انجینئر، پروفیسر، محقق اور سائنسدان، حضرات مفتیانِ کرام سے پوچھ کر اس مسئلہ کے حکم کی حکایت بیان کرسکتا ہے۔ خلاصہ اس بات کا یہ ہوا کہ انجینئر، پروفیسر، محقق اور سائنسدان کا قطعاً یہ کام اور ذمہ داری نہیں کہ وہ خود فتوی دینا شروع کردیں اور کسی چیز کی شرعی حیثیت کی وضاحت میں اپنی رائے زنی شروع کردیں، اگر وہ ایسا کریں گے تو وہ اپنے دائرہ کار سے تجاوز کریں گے، ان کا یہ عمل جمع بین المتضادین ہوگا اور ان کا فتوی بھی شرعی طور پر معتبر نہیں ہوگا، حضرات علمائے کرام یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ پروفیسروں، انجینئروں، ڈاکٹروں، اور سائنسدانوں سے دینی مسائل نہ پوچھے جائیں کیونکہ ان میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہوتی کہ وہ صحیح دینی مسائل میں امت کی رہنمائی کرسکیں۔

دیکھئے! ہمیں کچھ بنیادی سوالات کے جوابات واضح طور پر معلوم ہونے چاہئیں مثلاً کیا شریعت میں مفتی کے علاوہ بھی کوئی شرعی مسائل کا استخراج کرسکتا ہے، قرآن وسنت سے مسائل نکال سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! کیا مفتی کے علاوہ بھی کسی کے پاس اتنا علمی رسوخ ہوتا ہے کہ وہ شریعت کے مسائل میں اتھارٹی ہو؟ اس کا جواب بھی نفی میں ہے۔ اس بات کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب بھی ہمیں شریعت سے متعلق کوئی حکم جاننا ہوگا ہم مستند مفتیانِ کرام سے رجوع کریں گے اور انہی سے پوچھے گئے مسائل کی روشنی میں عمل کریں گے۔

مستند مدارسِ دینیہ میں دارالافتاؤں میں جدید مسائل میں مختلف موضوعات پر ٹھوس شرعی تحقیق ہوتی ہے، ٹھوس شرعی تحقیق سے مراد یہ ہے کہ اس سائنسی موضوع کے ماہرین سے رجوع کیا جاتا ہے، سائنسی مسئلہ کی ماہیت پر غور کیا جاتا ہے، شرعی تکییف کی جاتی ہے اور پھر کافی غور وخوض اور تحقیق کے بعد اس مسئلہ پر شرعی حکم بتایا جاتا ہے، المختصر! قرآنِ پاک کی تفسیر ہو یا شریعت کے احکامات بتانا، احادیث مبارکہ سے مسائل کا استنباط ہو یا مختلف احادیث کی تطبیق، عوام کو مسائل کا حکم شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے بتانا ہو یا دینی علوم میں غور وتدبر، یہ سب کام حضرات علمائے کرام کی ذمہ داریوں میں سے ہیں اور انہی پر جچتے ہیں کہ وہ اس موضوع کے ماہر ہیں، اب اس کے برعکس صورتِ حال پر غور فرمایئے، کچھ مدارسِ دینیہ میں بعض صاحبانِ علم یہ ذہن سازی کررہے ہیں کہ آپ خود ہی سائنسی مضمون کے ماہر بن جائیں، خود ہی سائنسی موضوع پر تحقیق کریں، اس پر سائنسی مقالے چھاپیں

اور پھر اس سائنسی موضوع پر شرعی حکم بتائیے، یہ بھی سراسر غلط سوچ ہے اور غلط طریقہ کار ہے کہ فتوی کی بنیاد سائنسی موضوع کے ماہرین سے رجوع کئے بغیر ہی رکھی جائے اور یہی وہ بنیادی وجہ ہے جس سے معاشرے میں جدید مسائل کے حوالے سے تشکیک پیدا ہوجاتی ہے اور علمائے کرام کی رائے میں اختلاف کی بنیاد پڑتی ہے کیونکہ ایسے علمائے کرام کی سائنسی بنیاد ہی مضبوط نہیں ہوتی اور وہ سائنسی شعبے کے ماہر نہیں ہوتے اور اپنے تئیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے سائنسدان اور محقق بن گئے ہیں اور انہوں نے مفتی کے ساتھ ڈاکٹر کا ٹائٹل بھی حاصل کرلیا ہے، لہٰذا اب وہ خود ہی سائنسدان، معاشی ماہر، اور محقق بن گئے ہیں۔الحمدللہ پاکستان کے پیشتر مدارسِ دینیہ اور جمہور مفتیانِ کرام اس ذہن سازی سے متاثر نہیں ہوئے ہیں بلکہ راقم نے خود کئی بڑے مستند مدارس اور جید مفتیانِ کرام کے عمل کا مشاہدہ کیا، یہ تمام حضرات الحمدللہ سائنسی شعبے کے ماہرین سے ہی سائنسی مسئلہ کی تکنیکی ماہیت سمجھتے ہیں اور پھر جدید مسائل کا حل امت کو پیش کرتے ہیں۔

آج کل نوجوان علمائے کرام کی ایک ذہن سازی یہ کی جارہی ہے کہ مسائل کا متبادل حل دینا علمائے کرام کی لازمی ذمہ داری ہے۔دیکھئے! اس میں تو دو رائے نہیں کہ متبادل ہونا چاہیے اور بتانا بھی چاہیے اور بعض جید مفتیان کرام مسائل کا جواب دیتے وقت متبادل بھی بتا دیتے ہیں اور سائل کو نصیحت بھی فرمادیا کرتے ہیں اور ان حضرات میں ہمارے محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ اور حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ قابلِ ذکر ہیں مگر متبادل حل دینے کی آڑ میں ناجائز کو جائز تو قرار نہیں دیا جاسکتا نیز یہ بھی ضروری ہے کہ متبادل نصوص کے احکامات کے ذیل میں ہونا چاہیے یعنی مثلاً شراب حرام ہے، زنا حرام ہے، سود حرام ہے تو کیا مسلمان مفتیانِ کرام کے ذمہ فرض ہے کہ وہ زنا، شراب، اور سود کا متبادل دیں؟ بھئی! متبادل تو شریعت نے پہلے ہی سے بتا دیا ہے، مثلاً زنا کا متبادل نکاح ہے، شراب کا متبادل دودھ یا کسی پھل کا جوس ہے، اور سود کا متبادل کاروبار ہے مگر متبادل ڈھونڈتے وقت یہ کہنا کہ نہیں ہم نے ہر حال میں متبادل دینا ہے اور شریعت کے اصولوں کو بالائے طاق رکھنا ہے کسی صورت بھی مناسب نہیں، مثلاً سود کا متبادل دیتے وقت سود ہی کی کسی نئی شکل کو جائز قرار دینا کسی صورت بھی قابلِ قبول نہ ہوگا، شراب کا متبادل دیتے وقت کسی نئی قسم کی شراب ہی کو جائز قراد دے دینا کسی صورت قابلِ قبول نہ ہوگا، آپ ہی انصاف فرمائیے کہ کیا اس طرح کے متبادل قابلِ قبول ہوں گے؟ نہیں، ہرگز نہیں! لہٰذا متبادل کی تلاش میں مسلمان مفتیانِ کرام پر ہرگز یہ لازم نہیں کہ وہ زبردستی حرام اور ناجائز چیزوں کو جائز وحلال بتلائیں۔

اسی تناظر میں ذیل کے اقتباسات بہت اہم ہیں:

> بہرحال! ہمارے ملک میں بڑی ضرورت ہے کہ فقہ اسلامی کی جدید تدوین کے ذریعہ جو قرآن وسنت اور حضرت حق جل ذکرہ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے منشا کے مطابق صالحین کے موروثہ اثاثہ کی روشنی میں کی جائے، جدید پیدا شدہ مسائل کا حل تلاش کرکے فیصلہ کردینا چاہیے تاکہ دین اسلام کا مضبوط اور حسین وجمیل قلعہ قیامت تک اعدا اور اغیار کے حملوں سے محفوظ رہے، مشکل سب سے بڑی یہ ہے کہ ہم یورپ کے جدید معاشی و اقتصادی نظام اور معاشرتی نظام کو پہلے ہی اپنا لیتے ہیں اور پھر چاہتے ہیں کہ جوں کا توں یہ پورا نظام اسلام کے اندر فٹ ہوجائے، یہ کیسے ممکن ہے؟ (دینی مدارس کی ضرورت اور جدید تقاضوں کے مطابق نصاب ونظامِ تعلیم مقالات بنوریؒ، جمع وترتیب محمد انور بدخشانی، ص۱۴۲)

فقہائے کرام نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے اہل زمانہ سے واقف نہ ہو (یعنی اہل زمانہ کے طرز زندگی، ان کی معاشرت، ان کے معاشی معاملات اور ان کے مزاج و مذاق سے واقف نہ ہو) تو وہ جاہل ہے، ایک عالم کیلئے جس طرح قرآن وسنت کے احکام سے واقف ہونا ضروری ہے، اسی طرح اس کیلئے زمانہ کے عرف اور زمانہ کے حالات سے واقف ہونا بھی ضروری ہے اس کے بغیر وہ شرعی مسائل میں صحیح نتائج تک نہیں پہنچ سکتا،حضرت امام محمد بن الحسن شیبانیؒ کے حالات میں یہ بات وضاحت کے ساتھ ملتی ہے کہ فقہ کی تدوین کے دوران وہ باقاعدہ بازاروں میں جاکر تاجروں کے پاس بیٹھتے اور ان کے معاملات کو سمجھتے تھے اور یہ دیکھا کرتے تھے کہ کونسے طریقے بازار میں رائج ہیں، ظاہر ہے کہ ان کا مقصد خود تجارت کرنا نہیں تھا، وہ صرف یہ جاننے کیلئے ان تاجروں کے پاس بیٹھتے تھے کے ان کے کیا طریقے ہیں اور ان کے درمیان آپس میں کیا عرف رائج ہے؟ اس لئے کہ ان چیزوں سے واقفیت ایک عالم اور بالخصوص ایک فقیہ اور مفتی کے فرائض میں داخل ہے کہ جب اس کے بارے میں اس کے پاس سوال آئے تو وہ اس سوال کے پس منظر سے اچھی طرح واقف ہو اس کے بغیر وہ صحیح نتائج تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ جب کسی علاقے یا معاشرے میں ناجائز کاروبار کی کثرت ہو تو چونکہ عالم اور مفتی صرف فتوی جاری کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک داعی بھی ہوتا ہے اس لئے اس کا کام اس حد پر جاکر ختم نہیں ہوجاتا کہ وہ صرف اتنا کہہ دے کہ فلاں کام ناجائز اور حرام ہے، بلکہ بحیثیت داعی اس کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کام کو ناجائز اور حرام

کہنے کے بعد یہ بھی بتائے کہ اس کا متبادل حلال طریقہ کیا ہے؟ وہ متبادل قابلِ عمل بھی ہونا چاہیے اور شریعت کے احکام کے مطابق بھی۔ (حضرت مفتی محمد تقی عثمانی ، اسلام اور جدید معیشت وتجارت)

متبادل دینے کی آڑ میں بعض صاحبانِ علم خلطِ مبحث کر چکے ہیں، دیکھئے! متبادل کی ایک بڑی وسیع تعریف ہوسکتی ہے اگر شرعی تکییف کر کے یہ بتا دیا جائے کہ سود حرام ہے اور آپ سود سے بچیں، تو یہ تو حکم بتانے کے زمرے میں آتا ہے، اگر یہ بتا دیا جائے کہ آپ سود کے بدلے تجارت کرلیں تو یہ متبادل دینا کہلائے گا مگر اگر متبادل دینے سے مراد مسائلِ جدیدہ میں یہ ہے کہ حضرات علمائے کرام اپنے دائرہ کار سے ہی باہر نکل کر کام کریں تو یہ ہرگز مناسب نہ ہوگا، اس کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں، فرض کریں کہ ایک دوائی ہے جس کو بنانے میں خنزیر یعنی سور کے خلیے استعمال کئے گئے ہیں، اب اس کا حکم بتاتے وقت یہ کہا جائے کہ اس کو استعمال کرنا منع ہے تو یہ حکم بتانے کے زمرے میں آئے گا، جیسا کہ درج ذیل ہے۔

> کسی بھی حرام چیز کو بطورِ دوا استعمال کرنا بھی حرام ہے، الا یہ کہ بیماری مہلک یا ناقابلِ برداشت ہو اور مسلمان ماہر دین دار طبیب یہ کہہ دے کہ اس بیماری کا علاج کسی بھی حلال چیز سے ممکن نہیں ہے اور یہ یقین ہو جائے کہ شفا حرام چیز میں ہی منحصر ہے، اور کوئی متبادل موجود نہیں ہے تو مجبورا بطورِ دوا و علاج بقدرِ ضرورت حرام اشیا کے استعمال کی گنجائش ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ (فتوی نمبر :144110200078 دارالافتا: بنوری ٹاؤن)

پھر اس کا متبادل دے دیا جائے کہ آپ اس حرام اجزا والی دوائی کے بجائے فلاں حلال اجزا والی دوائی استعمال کرلیجئے تو یہ بات بھی عقل میں آتی ہے مگر یہ مفتیانِ کرام کا دائرہ کار نہیں کہ وہ ہر دوائی سے متعلق تحقیق کریں کہ فلاں دوائی کا متبادل کون کون سے ہیں، یہ سائل ہی کے ذمہ ہے کہ وہ حضرات مفتیانِ کرام سے پوچھ پوچھ کر مسلمان ماہر دین دار طبیب سے پوچھ کر متبادل تلاش کرے، مسئلہ تب شروع ہوتا ہے کہ جب نوجوان مفتیانِ کرام کی ذہن سازی کی جائے اور ان کو اس بات کی ترغیب دی جائے کہ آپ خود تحقیق کیجیے اور جدید طبی علوم کو سیکھئے اور پھر سیکھ کر اس حرام اجزا والی دوائی کا متبادل دیجیے یعنی نوجوان مفتیانِ کرام بذاتِ خود ایم بی بی ایس کریں، پھر ایم ڈی کریں اور پھر کلینکل پریکٹس کریں اور طبی دواں پر لیبارٹری میں تحقیق کریں اور پھر حرام اجزا والی دوائی کا متبادل دیں یعنی مدارسِ دینیہ کے اندر طب کی تحقیق سے متعلق شعبے قائم ہوں جس کے اندر اس مسئلے پر تحقیق کی جائے اور امت کو نئی دوائی بنا کر اس حرام اجزا والی دوائی کا متبادل پیش کیا جائے جو کہ امت کے ضرورت کا حل ہو، ہماری گزارش ہوگی کہ یہ مسلمان علمائے کرام اور مدارس کی قطعا ذمہ

داری نہیں کہ وہ اس طرح کی تحقیق کریں بلکہ یہ تو ان کے دائرہ کار ہی میں نہیں آتا اور جو صاحبانِ علم اس طریقے کی ذہن سازی کررہے ہیں ان کو خلطِ مبحث ہو چکا ہے۔اس میں تو کوئی دو رائے نہیں کہ امتِ مسلمہ کو اس حرام اجزا والی دوائی کا متبادل ملنا چاہیے مگر یہ ذمہ داری کس کی ہے، اس کا تعین ضروری ہے۔سب سے پہلے تو یہ مسلمان حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کا اہتمام کرے کہ مسلمانوں کیلئے حلال اجزا والی دوائیاں ملک میں درآمد کریں اور عالمی دوا ساز کمپنیوں سے گفت وشنید کریں تاکہ عالمی دوا ساز کمپنیاں مسلمان ممالک میں حلال اجزا والی دوائیاں ہی بھیجیں۔ اس کیلئے مسلمان ممالک او آئی سی کا فورم بھی متحرک کرسکتے ہیں نیز ملک کے اندر حکومتی حلال کمیٹیوں کے ذریعے بھی اس کا حل نکالا جاسکتا ہے۔ اصولی طور پر تو مسلمان ممالک کو سائنس میں اتنی ترقی کرنی چاہیے کہ وہ خود ایسی دوائیاں ملک کے اندر بنائیں اور یہ مسلمان سائنسدانوں اور محققین کا کام ہے کہ وہ ایسی سائنسی تحقیق کریں جس سے امت کی ضرورت کو پورا کیا جائے اور متبادل حل پیش کرنا مسلمان سائنسدانوں اور اس متعلقہ شعبے کے ماہرین کی ہی ذمہ داری ہے۔

متبادل حلال طریقہ بتاتے وقت علمائے کرام کا دائرہ کار کیا ہوگا اس کو ایک اور مثال سے سمجھتے ہیں۔جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ علمائے کرام کو معاملات کی خبر ہونی چاہیے مگر اس سے قطعا یہ مراد نہیں ہے کہ وہ خود ہی ماہر بن جائیں نیز اتنی استعداد حضرات مفتیانِ کرام میں ہونی چاہیے کہ وہ زیرِ نظر مسئلہ کی باریکیوں کو بھی سمجھ سکیں تاکہ مسئلہ کی شرعی تکییف میں کوئی دشواری پیش نہ آئے، مثلاً اگر ایک سوال دارالافتا میں آیا کہ یوٹیوب کے اشتہارات سے ہونے والی کمائی کا کیا حکم ہے؟ تو اس سوال کے جواب میں تحقیق اور مشاہدے کے بعد حضرات مفتیانِ کرام یوٹیوب کے اشتہارات سے ہونے والی کمائی سے اجتناب کا کہتے ہیں۔یوٹیوب کے اشتہارات سے ہونے والی کمائی کے سوال کا جواب بتاتے وقت مفتیانِ کرام نے یہ طریقہ کار اختیار کیا کہ سب سے پہلے وہ کمپیوٹر سائنس کے ماہرین سے رجوع کرکے سمجھیں گے کہ یوٹیوب پر اشتہارات کس طریقے سے کام کرتے ہیں، ان اشتہارات پر کس کا کنٹرول ہوتا ہے، یوٹیوب پر جب کوئی مونیٹائیزیشن (اشتہارات وغیرہ سے پیسے کمانا) شروع کرے گا تو اس میں کن کن عوامل کی بنیاد پر اشتہارات چلیں گے جیسے جغرافیائی محل وقوع، سرچنگ ہسٹری، وغیرہ نیز جب یوٹیوب پر کوئی اکانٹ کھول رہا ہے تو وہ کیا معاہدہ کررہا ہے، اس میں کون کون سی بنیادی شقیں ہیں جن کو صارف نے قبول کیا ہے پھر مفتیانِ کرام مختلف قسم کے اشتہارات کی اقسام کو دیکھیں گے پھر جب کمپیوٹر سائنس کے ماہرین سے رجوع کرنے کے بعد، تحقیق اور مشاہدے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ویڈیو بنانے والے کو اس بات کا اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اپنی مرضی

کے اشتہار چلانے پر یوٹیوب کو پابند کرے اور اکثر اوقات یہ اشتہارات غیر شرعی چیزوں پر مشتمل ہوتے ہیں، اور اس کے علاوہ بھی ان اشتہارات میں کئی مفاسد ہوتے ہیں جیسے میوزک، نامحرم کی تصاویر، اور جاندار کی تصاویر وغیرہ تو ان تمام باتوں کا احاطہ کرنے کے بعد مفتیانِ کرام یوٹیوب کے اشتہارات سے ہونے والی کمائی کا حکم بتائیں گے جو کہ اس سے اجتناب کا ہے۔

اب جب حلال متبادل حل دینے کی بات آئی تو حضرات مفتیانِ کرام یہ کہیں گے کہ سائل کے ذمہ لازمی تھوڑی ہے کہ یوٹیوب کے ذریعے ہی اشتہارات سے کمائی کرے، سائل کو چاہیے کہ وہ کسی اور حلال طریقہ کاروبار سے کمائی کرلے، کوئی بھی مفتیانِ کرام سے یہ توقع نہیں رکھے گا کہ پہلے وہ کمپیوٹر سائنس میں ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کریں پھر کئی سال کمپیوٹر سائنس میں عالمی معیار کی تحقیق کریں اور پھر اس مسئلہ کا جواب دیں نیز کوئی بھی مفتیانِ کرام سے یہ توقع نہیں رکھے گا کہ خود مفتیانِ کرام ہی یوٹیوب کا متبادل دیں یعنی یوٹیوب سے ملتا جلتا اسٹریمنگ پلیٹ فارم بنائیں جس میں نہ میوزک ہو، نہ نامحرم کی تصاویر ہوں، نہ جاندار کی تصاویر ہوں اور نہ ہی کوئی دوسرا شرعی محظور ہو۔ بلکہ اگر کوئی مفتی صاحب ایسا کریں گے تو وہ اپنے دائرہ کار اور حدود سے تجاوز کریں گے کیونکہ یوٹیوب کا متبادل حل دینا، کمپیوٹر سائنسدانوں کے دائرہ کار میں آتا ہے اور یہ اسلامی حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکموں کے ذریعے سے یوٹیوب جیسے متبادل پلیٹ فارمز کا اجرا کریں جن میں شرعی قباحتیں موجود نہ ہوں۔ جس طریقے سے اگر کوئی سائنسدان، محقق، پروفیسر اور انجینئر اپنے شعبے کے دائرہ کار سے نکلے گا اور اپنے شعبے سے نکل کر شریعت کی باتوں میں دخل دے گا، قرآن و حدیث کی من مانی تشریح کرے گا، اور خود ہی فقہی احکامات نکالنے شروع کرے گا تو اس سے گمراہی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ بعینہ اگر نوجوان مفتیانِ کرام تحقیق کے نام پر خود ہی سائنسدان، محقق، انجینئر اور پروفیسر بن جائیں گے اور سائنس کے شعبے میں رائے زنی کریں گے تو اس کو کس چیز سے تعبیر کیا جائے گا؟

الحاصل! مقصود البیان یہ ہوا کہ علمائے کرام اور سائنسدانوں کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے کام کریں اور اپنے فرائضِ منصبی نبھائیں یعنی جو ذمہ داریاں حضرات علمائے کرام اور مفتیانِ کرام کی ہیں وہ ان پر کاربند رہیں اور جو سائنسدانوں، محققین، پروفیسر اور انجینئر حضرات کی ذمہ داریاں ہیں، وہ ان ذمہ داریوں کو پوری تندہی کے ساتھ انجام دیں، اسی سے معاشرہ اِفراط وتفرِیط سے بچے گا اور ترقی کرے گا، اگر علمائے کرام اور سائنسدان اپنے اپنے دائرہ کار سے تجاوز کریں گے تو اسی سے معاشرے میں ابتری پھیلے گی اور خلطِ مبحث پیدا ہوگا۔ اللہ پاک امتِ مسلمہ کی ہر قسم کے فتنوں اور گمراہی سے حفاظت فرمائیں، (آمین)

مولانا مفتی عبید الرحمٰن*

گھریلو کمیٹیوں کی شرعی حیثیت: ایک فقہی تجزیہ

آخرت پر یقین وایمان کی کمزوری، دلوں میں مادیت کے راسخ ہونے کی وجہ سے انسانی ہمدردی اور باہم تعاون کے جذبات بھی کم سے کم تر ہوتے چلے جاتے ہیں، جس کے مختلف مظاہر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حاجت مند کو ضرورت کے وقت بھی بڑی مشکل سے قرض حسنہ مل سکتا ہے، اس مشکل کا حل بہت سے لوگوں نے یہ نکالا ہے کہ مخصوص مقدار میں باہمی طور پر رقم جمع کرتے ہیں، ماہانہ یا ہفتہ وار سب شرکاء باری باری مجموعی رقم لے کر اپنی ضروریات میں صرف کرتے ہیں، یہ طریقہ ترتیب کے کچھ فرق کے ساتھ برصغیر پاک وہند کے بیشتر معاشروں میں رائج ہے جس کو بعض جگہ ''کمیٹی'' بعض جگہ ''بیسی'' اور بعض علاقوں میں دیگر ناموں کے ساتھ جانا جاتا ہے۔

باعث تحریر

باہم قرض فراہم کرنے کی یہ صورت (جس کو آگے تحریر میں کمیٹی کہا جائیگا) جائز ہے یا نہیں؟ عام طور پر اس کو جائز ومباح ہی سمجھا جاتا رہا ہے اور اس ناکارہ کی معلومات کے مطابق اکثر اہلِ علم اور ارباب فتوی کا یہی موقف ہے البتہ مختلف اوقات میں اس کے ناجائز ہونے کا بھی بعض اہل علم فتویٰ دیتے رہے ہیں، گزشتہ ایام میں ہمارے علاقے کے مشہور فقیہ حضرت مولانا مفتی مجیب الرحمٰن صاحب زید مجدہم نے اس پر ایک تفصیلی تحریر مرتب فرمائی جس میں اس کے جواز سے متعلق مختلف اشکالات جمع فرمائے تھے، اس تحریر کا حاصل یہ تھا کہ کمیٹی کی یہ رائج صورت کسی طرح جائز نہیں ہے، اس فتویٰ کی وجہ سے حسبِ معمول اس مسئلہ کو بہت سی جگہ بحث ومباحثہ بھی بنایا جانے لگا، یہاں اسی تناظر میں اس کمیٹی کا حکم اور اس کے ناجائز ہونے کی وجوہات سے متعلق چند فقہی نکات ذکر کرنا مقصود ہے تاکہ اصل شرعی حکم تک رسائی ہوسکے۔

---

* مفتی دار الافتاء جامعہ محمدیہ طورو مردان

ناجائز ہونے کی فقہی وجوہات

جو حضرات کمیٹی کی اس شکل کو ناجائز سمجھتے ہیں، ان کے ہاں اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) یہ تاجیل قرض کو مستلزم ہے حالانکہ قرض میں اجل ضروری نہیں ہوتی، دینے والا اس سے پہلے بھی چاہے تو رجوع کرسکتا ہے، کمیٹی میں چونکہ قرض کی تاجیل ضروری سمجھی جاتی ہے اور کوئی بھی رکن کمیٹی کے چکّر پورے ہونے سے پہلے رجوع نہیں کرسکتا، اس لئے یہ ترتیب شرعی حکم کے تغییر کا باعث ہے جس کا ناجائز ہونا محتاج بیان نہیں ہے۔

(۲) کمیٹی میں یہ بات بلا شبہ طے ہوتی ہے کہ ہر فریق کو مجموعی رقم لینے اور اپنی ضروریات میں استعمال کرنے کا حق ملے گا اور اسی بنیاد پر کوئی رکن قسط کی ادائیگی کرتا ہے، اس لئے یہ قرض کی بنیاد پر مشروط نفع حاصل کرنا ہوا جو کہ سود ہے۔ [۱]

(۳) تمام شرکاء جو رقم جمع کرتے ہیں، وہ ان کی مشترکہ ملکیت بن جاتی ہے جس میں ہر شخص اپنی دی ہوئی رقم کے بقدر شریک ہوتا ہے، اس کے بعد قرعہ اندازی کے ذریعے کسی ایک کو مستحق قرار دیا جاتا ہے اور اسی کو ساری رقم دے دی جاتی ہے حالانکہ جس طرح قرعہ اندازی کے ذریعے کسی غیر مستحق شخص کو مستحق گرداننا قمار اور ممنوع ہے یوں ہی مستحق کی تعیین کرنا بھی درست نہیں ہے۔ ''مبسوط'' میں ہے:

> ولا وجه لتعيين المستحق بالقرعة؛ لأن تعيين المستحق بمنزلة ابتداء الاستحقاق، فإن الاستحقاق فی المجهول فی حكم العين كأنه غير ثابت فكما أن تعليق ابتداء الاستحقاق بخروج القرعة يكون قمارا فكذلك تعيين المستحق، وإنما يجوز استعمال القرعة عندنا فيما يجوز الفعل فيه بغير القرعة كما فی القسمة .فإن للقاضی أن يعين نصيب كل واحد منهم بغير قرعة فإنما يقرع تطييبا لقلوبهم، ونفيا لتهمة الميل عن نفسه [۲]

> قرعہ اندازی کے ذریعے کسی مستحق کی تعین کرنا درست نہیں کیونکہ مستحق کی تعین کرنا از سرِنو استحقاق پیدا کرنے کی طرح ہے کیونکہ جب صحیح طور پر مستحق معلوم نہ ہو، تو گویا کسی کا اس میں حق نہیں، پس جس طرح ابتداء کسی کو قرعہ اندازی کے ذریعے مستحق ٹھہرانا جوا ہے، یوں ہی مستحق کی تعین بھی جوا اور ناجائز ہے، ہاں! جن امور میں قرعہ کے بغیر بھی عمل جائز ہے جیسے شرکاء کے مابین تقسیم، چنانچہ تقسیم

میں قاضی قرعہ اندازی کا پابند نہیں، وہاں قاضی وہاں قرعہ اندازی محض فریقین کی دلجوئی اور خود سے کسی فریق کی طرف میلان کی تہمت کے بچاؤ کے لیے قرعہ کا سہارا لیتا ہے (تو ایسے امور میں قرعہ اندازی کی گنجائش ہے)''

ایک دوسرے مسئلہ کی تعلیل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لأن تعيين المستحق بمنزلة الاستحقاق ابتداء فكما أن تعليق الاستحقاق بخروج القرعة يكون قمارا فكذلك تعيين المستحق بخلاف قسمة المال المشترك فللقاضى هنا ولاية التعيين من غير قرعة وإنما يقرع تطييبا لقلوبهما ونفيا لتهمة الميل عن نفسه فلا يكون ذلك فى معنى القمار(۳)

''مستحق کی تعین کرنا از سرنو استحقاق کی طرح ہے، پس جس طرح استحقاق کو قرعہ نکلنے پر معلق کرنا جوا ہے، یوں ہی مستحق کی تعین بھی جوا ہے، البتہ مشترک مالک قاضی بغیر قرعہ بھی تقسیم کر سکتا ہے اور قرعہ اندازی محض شرکاء کی دلجوئی اور خود سے تہمت دفع کرنے کے لیے ہوتا ہے لہٰذا مسئلہ تقسیم میں قرعہ اندازی کو جوا نہ کہا جائے گا۔''

(۴) مجموعی مال سب ارکان کا مشترکہ ہوتا ہے، قرعہ اندازی کے ذریعے نامزد فریق کے علاوہ دیگر ارکان کو عین حق میں ملک واستحقاق سے محروم کیا جاتا ہے اور ان کا حق عین کی بجائے دین ونسیئہ کی طرف منتقل کردیا جاتا ہے حالانکہ ضابطہ یہ ہے: النّقد خير من النسيئة اس بناء پر یہ قرض حسن کی بجائے قمار کے ساتھ لاحق ہوجاتا ہے۔

(۵) کمیٹی کی حیثیت اقراض کی ہے اور قرض عقد تملیک ہے، جو ابتداء تبرع اور انتہاء عقد معاوضہ ہے، جبکہ قرعہ اندازی نہ تبرعات میں جائز ہے اور نہ ہی معاوضات میں درست ہے۔ اس لئے قرعہ اندازی کے ذریعے کمیٹی تقسیم کرنے کا ضابطہ شرعاً کسی طرح درست نہیں ہے۔(۴)

(۶) کمیٹی کی رائج شکل کا حاصل یہ ہے کہ ہر رکن دوسرے ارکان کو اس شرط پر قرض دیتا ہے کہ وہ واپس اس کو بھی قرض دیں گے، اس طرح یہ اقراض بشرط الاقراض بن جاتا ہے جو قرض فاسد کی ایک صورت ہے۔(۵)

عدم جواز کی وجوہات کا فقہی تجزیہ: پہلی وجہ کا تجزیہ

قرض موجل ہوتا ہے یا نہیں؟ اس میں حضرات فقہائے احناف کی رائے یہی ہے کہ چند

استثنائی صورتوں کے علاوہ قرض بہرحال مؤجل نہیں ہوتا، اگر قرض دینے والا اور لینے والا آپس میں یہ طے بھی کرلیں کہ مثلاً ایک مہینے تک موجل ہوگا تو بھی اس کی پابندی ضروری نہیں ہے اور قرض دہندہ کو اختیار ہے کہ جب چاہے مطالبہ کرلے، اس کے مطالبہ پر مقروض کی بھی ذمہ داری ہے کہ ادائیگی کردے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرض ایک لحاظ سے عاریت کے مانند ہے جس میں ادھار لازم نہیں ہوتا اور دوسرے لحاظ سے معاوضہ کے مانند ہے جس کا تعلق اگر نقد رقم کے ساتھ ہو تو ادھار جائز ہی نہیں ہے، امام محمدؒ فرماتے ہیں:

وقال أبو حنيفة: إذا كان المال قرضاً على رجل فهو حال .وإن أقرضه إلى أجل أو أخره عنه بعدما أقرضه فهو حال كله، يرجع فى ذلك الطالب إذا شاء، لأن القرض عارية۔(۶)

''قرض چونکہ عاریت کے مانند ہے لہٰذا امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب ایک شخص کا دوسرے کے ذمے قرض ہو تو وہ حالاً تصور ہوگا۔ اگر کوئی کسی کو کچھ مدت کے لیے قرض دے دے، یا قرض دینے کے بعد اسے مہلت دے دیں تو سب صورتوں میں قرض حالاً شمار ہوگا اور قرض خواہ جب چاہے اپنے قرض کا مطالبہ کرسکتا ہے''۔

الاختیار میں ہے:

وكل دين حال يصح تأجيله لما ذكرنا إلا القرض لأنه صلة ابتداء حتى لا يجوز ممن لا يملك التبرعات، والتأجيل فى التبرعات غير لازم كالإعارة معاوضة انتهاء، ولا يجوز التأجيل فيه لأنه يصير بيع الدرهم بالدرهم نسيئة وأنه حرام(۷)

''ہر وہ ادھار جس کی ادائیگی حالاً ہو اس میں تاخیر اور مہلت دینے کی گنجائش ہے البتہ قرض کا معاملہ الگ ہے کیونکہ قرض میں دو پہلو ہیں: ایک پہلو یہ ہے کہ یہ ابتداء تبرع ہے اور تبرعات میں تاجیل اور مدت مقرر کرنا غیر ضروری ہے جیسا کہ عاریت میں، اس وجہ سے جو تبرعات کے اہل نہیں انہیں خود قرض دینے کی بھی اجازت نہیں، دوسرا پہلو معاوضہ کا ہے اور اس اعتبار سے قرض میں تاجیل شرعاً جائز ہی نہیں، کیونکہ انجام کار یہ دراہم کا دراہم کے ساتھ ادھار تبادلہ ہوگا جو کہ سود اور حرام ہے۔

بعض متاخرین فقہائے احناف نے اگر چہ وعدہ کے پہلو کا لحاظ رکھتے ہوئے اس قرض کی تاجیل کو بھی درست قرار دیا ہے، تاہم بہتر یہی ہے کہ کمیٹی چلانے سے پہلے بات صاف صاف کی جائے اور درمیان میں اگر کوئی شریک اپنی رقم کا مطالبہ کرے تو جو شرکاء استطاعت رکھتے ہوں، وہ اس کی ادائیگی کر دیں۔

دوسری وجہ کا تجزیہ

مروجہ کمیٹی میں پہلے سب شرکاء کی طرف سے معاہدہ ہوتا ہے کہ وہ کمیٹی کی اختتامی مدت تک قسط جمع کرتے رہیں گے، اس کے بعد باقاعدہ قسط وار رقم جمع کرنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس کی فقہی حیثیت قرض دینے کی ہے، اب ہر شریک عملی طور پر اگر چہ اپنے آپ کو قسط وار متعلقہ رقم جمع کرنے کا پابند سمجھتا ہے لیکن اس پابندی کی وجہ کیا ہے؟ پہلے جو معاہدہ طے ہوا تھا، اس کی وجہ سے پابند ہے یا اس کے بعد جو قرض دیا ہے، اس کی بنیاد پر جمع کرنے کا ذمہ دار ہے؟ اس میں دونوں احتمال ہو سکتے ہیں، دوسرے احتمال کو درست تسلیم کر لیا جائے تو معاملہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بلا شبہ قرض پر فائدہ حاصل کرنے کی ایک صورت ہے جبکہ پہلے احتمال کو درست تسلیم کرنے کی صورت میں یہ خرابی موجود نہیں ہے اور بظاہر اسی کو ترجیح دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، اس صورت میں شرکاء میں سے ہر ہر شریک اپنے آپ کو اگر چہ قسط ادا کرنے کا ذمہ دار خیال کرتا ہے لیکن یہ لزوم اس وعدہ کی بنیاد پر ہے جو پہلے طے ہو چکا ہے اور وعدہ قانونی طور پر اگر لازم نہ بھی ہو تو بھی بہر حال مکارم اخلاق میں سے تو ہے، البتہ یہاں جو بات ضروری ہے وہ یہ ہے کہ شرط اور وعدہ میں فرق کیا جائے، وعدہ کو اپنی حد تک رکھنا ضروری ہے، اگر اس کو اپنے واقعی حد سے بڑھایا جائے تو چونکہ عقود و معاملات میں نرے الفاظ ہی ملحوظ نہیں ہوتے بلکہ مقاصد کو دیکھا جاتا ہے، اس لئے یہ شرط بن جائیگا اور انجام کار یہی ظاہر ہوگا کہ قرض پر مشروط نفع حاصل ہوا جس کے سود ہونے میں شبہ نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ کمیٹی شروع کرتے وقت سب شرکاء کیساتھ یہ بات صاف صاف کی جائے۔

تیسری وجہ کا تجزیہ

اس میں جس نکتہ پر غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ قرعہ اندازی کے ناجائز ہونے کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ ہمارے یہاں جہاں قرعہ اندازی کو ناجائز قرار دیا جاتا ہے تو ساتھ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس میں قمار ہے چنانچہ قمار کا بنیادی مفہوم یہی ہے کہ کسی غیر یقینی واقعہ کے ساتھ کسی چیز کے مالک بننے کو معلق کر دیا جائے، قرعہ اندازی میں بھی عموماً یہی ہوتا ہے کہ حصہ لینے والے

شرکاء متعلقہ چیز کے مالک نہیں ہوتے لیکن یہ طے کرلیا جاتا ہے کہ قرعہ میں جس کا نام نکلے، وہ اس کا مالک قرار پائے گا، گویا قرعہ اندازی میں نام نکلنا ایک موہوم اور غیر یقینی واقعہ ہے، اس کے ساتھ مالک بننے کو معلق کردیا گیا تبیین میں ہے:

وأصل آخر أن التعليق بالشرط المحض لا يجوز فى التمليكات؛ لأنه من باب القمار وأنه منهى عنه[۸]

''دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ تملیکات کو شرط پر معلق کرنا درست نہیں کیونکہ یہ جوا کی ایک قسم ہے جو شرعاً ناجائز ہے۔''

اس بات کے واضح ہوجانے کے بعد یہ بات تو واضح ہے کہ انشاء استحقاق کو قرعہ اندازی کے ساتھ معلق کرنا قمار ہے جس پر قمار کا بنیادی مفہوم صادق آتا ہے لیکن اگر قرعہ اندازی کے لئے نیا استحقاق بالکل پیدا نہ کیا جائے تو اس کے ناجائز ہونے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟ مثال کے طور پر زید، عمر اور بکر مشترکہ طور پر لاکھ لاکھ روپے جمع کرتے ہیں اور پھر سب اتفاق کرتے ہیں کہ قرعہ اندازی کرکے کوئی ایک شریک استعمال کرلیا اور پھر باقی دو شریکوں کو اپنی اپنی رقم پوری پوری واپس کردے تو اس میں ناجائز ہونے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟ قمار تو یہاں اس لئے متحقق نہیں ہے کہ باقی شریکوں کی رقم بالکل ضائع نہیں ہورہی بلکہ محفوظ رہتی ہے اور قرعہ اندازی بذات خود حرام نہیں ہے جب تک اس میں قمار کا مفہوم نہ پایا جائے۔

یاد رہے کہ حضرات فقہائے کرام نے متعدد جزئیات کے ضمن میں بلا شبہ یہ بات ذکر فرمائی ہے کہ جس طرح اصل استحقاق کو قرعہ اندازی کے ساتھ مربوط کرنا قمار و ناجائز ہے یوں ہی مستحق کی تعیین کو بھی اس کیساتھ باندھنا ممنوع ہی ہے، چنانچہ مبسوط میں ہے:

لأن تعيين المستحق بمنزلة الاستحقاق ابتداء فكما أن تعليق الاستحقاق بخروج القرعة يكون قمارا فكذلك تعيين المستحق بخلاف قسمة المال المشترك فللقاضى هناولاية التعيين من غيرقرعة وإنمايقرع تطييبا لقلوبهما ونفيا لتهمة الميل عن نفسه فلا يكون ذلك فى معنى القمار[۹]

''مستحق کی تعین کرنا از سرنو استحقاق کی طرح ہے، پس جس طرح استحقاق کا قرعہ نکلنے پر معلق کرنا جوا ہے، یوں ہی مستحق کی تعین بھی جوا ہے البتہ مشترک مالک کی

تقسیم میں چونکہ قاضی بغیر قرعہ بھی تقسیم کرسکتا ہے،اور قرعہ اندازی محض شرکاء کی دلجوئی اورخود سے تہمت دفع کرنے کے لئے ہوتا ہے لہٰذا مسئلہ تقسیم میں قرعہ اندازی کو جوا نہ کہا جائے گا۔''

لیکن ان جیسی عبارات بظاہر انہی جیسی صورتوں پر محمول ہیں جہاں مستحق کی تعیین دوسرے مستحقین کے حقوق ضائع ہونے کو متضمن ہو، مثال کے طور پر درج بالا صورت میں زید،عمر اور بکر تینوں رقم جمع کرکے یہ طے کرلیں کہ قرعہ اندازی کریں گے اور جس کا نام نکلے گا،وہ پوری رقم لے کر اس کا مالک بن جائے گا اور دیگر شریکوں کی رقوم واپس کردینا اس پر لازم نہیں ہوگا،اس صورت میں جس شریک کا نام نکلتا ہے، وہ باقی شرکاء کے حصہ کی حد تک اس کیلئے انشاء استحقاق ہے اور مجموعی رقم کے لحاظ سے اس میں قرعہ اندازی کے ساتھ مستحق کی تعیین بھی مربوط ہے،اس مفہوم پر حمل کرنے کی وجوہات میں سے:

(الف) ایک وجہ تو یہی ہے کہ اس کیبغیر محض تعیین مستحق کی صورت میں قمار کی حقیقت نہیں پائی جاتی۔

(ب) مشترکہ چیز تقسیم کرنے کی صورت میں ہمار یہاں قاضی یا قاسم کیلئے قرعہ اندازی کرنا بالاتفاق جائز ہے،مثال کے طور پر تین بھائیوں کو وراثت میں تین جیرب زمین ملی،اب ان میں سے کونسا جیرب کس بھائی کا ہوگا؟اس کیلئے تقسیم کرنے کی ضرورت ہے،تقسیم کنندہ تینوں حصوں کو بالکل برابر برابر ہر بھائی کو ایک جیرب دیتا ہے،اس کیلئے عموماً قرعہ اندازی کی جاتی ہے اور ہمارے ہاں اس موقع پر قرعہ اندازی کرنا ممنوع بھی نہیں ہے حالانکہ دیکھا جائے تو یہاں بھی خاص جیرب کا مالک بننے کی بنیاد وہی قرعہ اندازی ہے۔

(ج) حضرات فقہائے کرام نے جہاں یہ ضابطہ ذکر فرمایا ہے،وہاں مسئلہ کے پورے سیاق وسباق پرغور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ضابطہ عام نہیں ہے بلکہ درج بالا صورت یا اس جیسی صورتوں پر محمول ہے۔مثال کے طور پر ''شرح سیر کبیر'' میں ہے:

ثم روى أن عبيدة السلمانى كان يقسم أعطيات قومه، ففضل بين رجلين درهم فقال: اقترعا أيكما يأخذه .فقام إليه رجل فساره .فقال: أتأمرهما أيهما يذهب بنصيب صاحبه،فقال:اذهبا فاشتريابه شيئابينكما فاقتسماه.وبه نقول إنه لا يجوز الإقراع فى تعيين المستحق، وأن المشترك إذا كان

بحيث لا يحتمل القسمة بنفسه فإما أن يمسكه الشريكان مشتركا بينهما نصفان أو يشتريا به شيئا فيقسمانه نصفين .وكذلك إذا لم يعلم أنه لأيهما فإنه يجعل بينهما نصفين لاستوائهما فى سبب الاستحقاق (۱۰)

''حضرت عبیدہ سلمانیؒ ایک مرتبہ قوم کے درمیان عطیات تقسیم کررہے تھے کہ دوافراد کے درمیان ایک درہم اضافی بچ گئے،آپ نے ان سے عرض کیا کہ قرعہ اندازی کرکے جس کا نام نکلے وہ یہ درہم لے لے،پس اچانک ایک شخص کھڑے ہوکرآپ کے کان میں چپکے کچھ کہہ کر کہنے لگے:شاید آپ دونوں کو یہ فرماتے ہے کہ کوئی ایک دوسرے کا حق مارے؟ پس حضرت عبیدہ سلمانیؒ نے اپنی بات واپس لیتے ہوئے فرمایا: جاؤ! اس کے ذریعے کوئی چیز خریدو اور تقسیم کرو، یہی ہمارا مسلک ہے کہ مستحق کی تعین کے لیے قرعہ اندازی جائز نہیں اورمشترکہ چیز جب بذات خود قابل تقسیم نہ ہوتو یاتو شریکین باہم مشترکہ طور پر رکھ کر باری باری استعمال کریں، یا فروخت کرکے کوئی قابل تقسیم چیز خرید کر باہم تقسیم کریں،اسی طرح جب یہ بات معلوم نہ ہوکہ یہ دونوں میں سے کس کی ہے؟ تو وہ بھی دونوں کے درمیان مشترک تصور ہوگا۔''

اس جزئیہ پرغورکرنے سے واضح ہوتاہے کہ یہاں جو''تعیین مستحق'' کیلئے قرعہ اندازی کو ناجائز قرار دیا گیاہے،وہاں مستحق متعین ہونے کی صورت میں دوسرے مستحق کا حق ختم ہوجاتاہے جس کے قمار ہونے میں شبہ نہیں ہے۔

(۴) امام سرخسیؒ اپنی ایک دوسری کتاب مبسوط میں یہ مسئلہ ذکر فرمایاہے کہ اگرکوئی شخص چار عورتوں کیساتھ شادی کرلے اور پھر چاہے کہ قرعہ ڈال کر یہ معلوم کرلے کہ شب باشی وغیرہ حقوق پہلے کس بیوی کو دوں؟ تو کیا اس کے لئے یہ جائز ہے یانہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے وہ ذکر فرماتے ہیں کہ قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ یہ جائز نہ ہو کیونکہ اس میں قمار کا مفہوم پایا جاتاہے لیکن استحسان کی رو سے اس کی اجازت ہے۔ (۱۱)

اسی استحسان کی تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثم هذا ليس فى معنى القمار ففى القمار أصل الاستحقاق يتعلق بما

يستعمل فيه وفى هذا الموضع أصل الاستحقاق بكل واحد منهم لا يتعلق بخروج القرعة (۱۲)

شب باشی کا یہ معاملہ جوا نہیں، کیونکہ جوا میں قرعہ ہی کے ذریعے کوئی مستحق ٹھہرتا ہے جبکہ یہاں قرعہ سے پہلے بھی ہر بیوی شب باشی کا حق رکھتی ہے۔

''مبسوط'' کی جس عبارت کی بنیاد پر یہ اشکال اٹھایا گیا ہے، وہاں بھی ایسی ہی صورت ہے، چنانچہ وہاں مسئلہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص مرض الموت میں اپنے چھ غلام آزاد کر کے مرجائے تو کیا حکم ہوگا؟ ان میں سےکون کونسا غلام آزاد شمار ہوگا؟ اس میں امام شافعیؒ کا موقف یہ ذکر فرمایا گیا ہے کہ قاضی ان کو دو دو کر کے تین حصوں میں بانٹ لیگا اور پھر قرعہ اندازی کر کے ان میں سے کسی ایک جوڑی کو آزاد قرار دے گا اور خود حنفیہ کا موقف یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ہر غلام کا ثلث آزاد ہوجائے گا اور باقی دو حصوں میں اس سے سعی کروائی جائیگی۔امام شافعیؒ نے اس پر ایک روایت سے استدلال فرمایا ہے اور ساتھ شوافع نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ:

وبهذا تبين أن هذا ليس فى معنى القمار؛ لأن فى القمار تعليق أصل الاستحقاق بخروج القدح وفى هذا تعيين المستحق فأما أصل الاستحقاق ثابت بإيجاب المعتق.(۱۳)

''عتق میں جوا کا معنی نہیں کیونکہ جوا میں دراصل قرعہ نکلنے پر استحقاق پیدا ہوتا اور یہاں قرعہ کے ذریعے محض آزاد کردہ کی تعین ہے، اصلاً آزادی کا مستحق ہونا قرعہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ آقا کے کہنے کی وجہ سے ہے۔

اس کے جواب کے ضمن میں امام سرخسیؒ نے یہ بات ذکر فرمائی ہے کہ قرعہ کے ذریعے جس طرح کسی کو ابتداء مستحق قرار دینا جائز نہیں ہے بلکہ قمار ہے یوں ہی اس کے سہارے تعیین مستحق بھی جائز نہیں ہے، یہاں ''تعیین مستحق'' کی صورت وہی ہے جو شوافع کے حوالہ سے ذکر کی گئی ہے اور اس میں یہ پہلو بالکل نمایاں ہے کہ اگر دو غلاموں کو آزاد قرار دیا جائے گا تو باقی چار غلاموں کی آزادی کا حق بالکل ختم ہوجائے گا۔

چوتھی وجہ کا تجزیہ

یہاں قمار کا مفہوم نہیں پایا جارہا، اس لئے قمار کہنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ جہاں تک نقد

کے ادھار سے بہتر ہونے کا تعلق ہے تو یہ درست ہے تاہم محض اتنی بات کو متعلقہ فریق کے مال کا ضیاع و اتلاف بلاعوض تصور نہیں کیا جاتا جبکہ قمار ہونے کیلئے یہ ضروری ہے۔

پانچویں وجہ کا تجزیہ

قرعہ اندازی کینا جائز ہونے کی وجہ یہی ہے کہ وہ قمار ہے جبکہ یہاں قمار کا مفہوم متحقق نہیں ہے، یہاں اس بات کی وضاحت کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کا جائز و نا جائز ہونا اور اس کا شرعی نقطہ نظر سے معتبر ہونا نہ ہونا دو الگ الگ چیزیں ہیں، چنانچہ جائز نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ شریعت کے نظر میں بالکل معتبر ہی نہ ہو اور نہ ہی یہ بات ضروری ہے کہ جو چیز شرعاً معتبر نہ ہو وہ ضرور نا جائز بھی ہو۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو دو چیزیں ہیں:

الف: قمار: اس کا حکم واضح ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

ب: تملیک کو معلق کرنے کی ایسی صورتیں جو قمار کے مفہوم میں داخل نہ ہوں۔ مثال کے طور پر زید بکر سے کہتا ہے کہ اگر بارش ہو جائے تو میں آپ کو انعام یا صدقہ دوں گا، یہ تعلیق تو ہے کہ صدقہ دینے کو بارش ہونے کیساتھ باندھا جا رہا ہے تاہم یک طرفہ ہے، بکر کی طرف سے کوئی شرط نہیں لگائی گئی، اس لحاظ سے یہ قمار کے مفہوم میں داخل نہیں ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے اس کا اعتبار نہیں ہے، اعتبار نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر بارش ہو بھی جائے تو بھی زید پر کچھ دینا ضروری نہیں ہے، اگر بارش ہونے کے باوجود وہ کچھ نہ دیت و گناہ گار نہیں ہوگا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ گناہ گار بھی ہو یا ایسا کرنا گناہ ہو، بعض فقہی کتابوں میں ان جیسے مسائل میں ''لا یجوز'' جیسے الفاظ کا ذکر ہوتا ہے، وہاں اس سے عدم نفاذ اور عدم اعتبار مراد ہوتا ہے۔

زیرِ بحث مسئلہ کو دیکھا جائے تو اس میں سرسری طور پر گو پہلا پہلو نمایاں محسوس ہوتا ہے لیکن غور کیا جائے تو دوسرا پہلو ہی راجح معلوم ہوتا ہے جس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ کسی شریک کی رقم کا کوئی حصہ بالکل ضائع ہوتا ہے اور نہ ہی کسی شریک کو اپنے جمع کردہ رقم سے زیادہ کچھ ملتا ہے، علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں:

> (وحرم شرط الجعل من الجانبين لا من أحد الجانبين) ومعنى شرط الجعل من الجانبين أن يقول إن سبق فرسك فلك على كذا، وإن سبق فرسي، فلي عليك كذا وهو قمار فلا يجوز لأن القمار من القمر الذي يزاد تارة، وينقص

أخری، وسمی القمار قمارا لأن کل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه فيجوز الازدياد والانتقاص فی کل واحد منهما فصار قمارا.وهو حرام بالنص، ولا كذلك إذا شرط من جانب واحد بأن يقول إن سبقتنی فلك علی کذا، وإن سبقتك فلا شیء لی علیك لأن النقصان والزيادة لا يمكن فيهما، وإنما فی أحدهما يمكن الزيادة، وفی الآخر النقصان فقط فلا يكون مقامرة لأن المقامرة مفاعلة منه فتقتضی أن تكون من الجانبين (۱۴)

انعام کی شرط دونوں طرف سے لگانا ناجائز ہے یک طرفہ طور پر نہیں: دوطرفہ شرط لگانے کی صورت یہ ہے کہ مقابلہ کرنے والے ایک دوسرے سے کہے: اگر تیرا گھوڑا بازی لے گیا تو آپ کا میرے ذمے یہ ہوگا، اگر میرا والا بازی لے جائے تو میرا آپ کے ذمے یہ ہوگا، یہ دونوں صورتیں جوا اور ناجائز ہے کیونکہ قمار قمر سے مشتق ہے قمر (چاند) کبھی چھوٹا ہوتا ہے کبھی بڑا، قمار کو بھی قمار اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہاں بھی ہر ایک کے لیے ممکن ہے کہ اس کا مال ہڑپ ہو یا وہ دوسرے ساتھی کا مال ہڑپ کرے تو کمی زیادتی ہر طرف سے ممکن ہے، اس وجہ سے یہ قمار ہے اور نص کی بنیاد پر ناجائز۔ ہاں! البتہ اگر شرط ایک طرف سے ہو تو پھر قمار نہیں، مثلاً: ایک شخص کہے کہ اگر آپ جیت گئے تو میرے ذمے یہ ہوگا اگر میں جیتا تو میرا آپ کے ذمے کچھ بھی نہ ہوگا (یہ جوا نہیں) کیونکہ کمی زیادتی ہر طرف سے شرط نہیں بلکہ ایک طرف سے ہے، یہاں ایک طرف زیادتی اور دوسری طرف نقصان ممکن ہے تو یہ مقامرہ نہیں کیونکہ جوا کا تعلق جانبین سے ہوتا ہے کیونکہ مقامرہ مفاعلہ کا صیغہ ہے جو جانبین سے فعل کا متقاضی ہوتا ہے''۔

اس عبارت میں ''سباق'' کی دو صورتیں ذکر فرمائی گئیں ہیں، ایک میں دوطرفہ طور پر انعام کی شرط لگائی گئی ہے جبکہ دوسری میں یک طرفہ طور پر ایسی شرط لگائی گئی ہے، پہلے کو قمار کی بنیاد پر ناجائز جب کہ دوسری صورت میں جائز قرار دیا گیا کہ اس میں قمار نہیں ہے، دونوں صورتوں کے درمیان وجہ فرق یہی بتایا گیا ہے کہ دوطرفہ شرط کی صورت میں دونوں جانب نفع ونقصان کا احتمال ہوتا ہے جبکہ اگر ایک جانب سا ایسی شرط لگائی جائے تو وہاں ایسا کوئی احتمال نہیں ہوتا، اگر کچھ نفع ونقصان کا خدشہ ہے

تو وہ صرف اسی جانب کے ساتھ متعلق ہے جس کی طرف سے شرط ٹھہرائی گئی ہے۔

اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ مالک بنانے کو معلق کرنے کی ہر صورت قمار نہیں ہے بلکہ قمار اسی صورت کو قرار دیا جائے گا جہاں کم ازکم دو اطراف کی طرف سے کچھ مال دینے کو کسی غیر یقینی حادثے کے ساتھ معلق کردیا جائے اور دونوں اطراف کے حق میں یہ برابر احتمال ہو کہ یا تو دوسرے فریق کا بھی مال ہاتھ آجائے گا اور یا خود اپنے ہی مال سے ہاتھ دھونا ہوگا۔

چھٹی وجہ کا تجزیہ

اس میں بنیادی طور پر تو وہی بات مناسب ہے جو ''دوسری وجہ کا تجزیہ'' کے ضمن میں ذکر کی گئی ہے البتہ یہاں اس بات کی وضاحت مناسب ہے، وہ یہ ہے کہ بعض اہل علم نے لوگوں کے احتیاج وتعامل کی بناء پر اس کو جائز قرار دیا ہے۔ اس عاجز کی رائے میں یہ توجیہ درست نہیں ہے بلکہ غلط فہمی ہے اور اس غلط فہمی کا منشا بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خرید وفروخت اور کرایہ داری وغیرہ معاملات میں بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شرط بظاہر فسادِ عقد کا موجب ہوتی ہے لیکن تعامل کی وجہ سے حضرات فقہائے کرام اس کی اجازت دیدیتے ہیں، اس لئے کسی شرط کے مفسدِ عقد ہونے کے لئے جو شرائط ضروری ہیں، ان میں سے بھی ایک شرط یہ ذکر کی جاتی ہے کہ اس پر لوگوں کا تعامل جاری نہ ہوا ہو، اب چونکہ ان معاملات میں تعامل کی وجہ سے شرائط فاسدہ کو برداشت کردیا جاتا ہے، اس لئے متعدد اہل علم نے اس شرط کو بھی اسی قبیل سے شمار فرمایا، حالانکہ یہ قیاس کسی طرح درست نہیں ہے، وہاں خرید وفروخت یا اجارے کا معاملہ ہے اور یہاں قرض کا، وہاں کسی شرط کے مفسدِ عقد ہونے کی بنیادی وجہ اس کا باعث ''غرر'' ہونا ہے جو تعامل جاری ہونے کے بعد باقی نہیں رہتا اور یہاں ''سود'' ہونا ہے جس میں عرف وتعامل کی وجہ سے کوئی گنجائش پیدا نہیں ہوتی، اس لئے قرض کے معاملہ میں ایسی شرط لگانا شرعاً جائز نہیں ہے گو اس کا تعامل بھی ہوجائے اور مروجہ کمیٹی میں اگر یہ بات شرط کے درجہ میں شامل ہو تو اس کی اصلاح کرنی ضروری ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ ان سطور میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے، یہ زیر بحث مسئلہ کے متعلق اس ناکارہ کے اس فکر ومطالعہ کا حاصل ہے جو تقریباً پانچ سال تک جاری رہا۔ اہل علم کی خدمت میں اس کو اس جذبے کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ اگر اس میں کوئی علمی یا فقہی سقم ہو تو اس کی نشاندہی فرمائیں۔

(حواشی ومصادر)

(۱) یہ دونوں اشکالات جامعہ قاسم العلوم ملتان کے ایک فتویٰ میں ذکر کئے گئے ہیں جو حضرت مولانا مفتی انور شاہ صاحب کا لکھا ہوا اور حضرت مفتی محمود صاحبؒ کا تصدیق کردہ ہے۔ ملاحظہ ہو: فتاویٰ مفتی محمود، ج۱۱ص ۸۴۳۔

(۲) المبسوط للسرخسی، کتاب العتق، باب لوجوه من العتق، ج7، ص.76

(۳) المبسوط للسرخسی، کتاب الدعوی، باب الدعوی فی المیراث، ج17، ص.42

(۴) یہ پہلے تین اشکالات حضرت مولانا مفتی مجیب الرحمٰن صاحب زید مجدہم کے فتویٰ میں درج ہے جو آپ نے کمیٹی کے ناجائز ہونے کے متعلق تحریر فرمایا ہے، وہ تحریر تین صفحات پر مشتمل ہے جس میں بنیادی طور پر ان وجوہات کی وجہ سے کمیٹی کی مروج شکل کو ناجائز اور قمار قرار دیا گیا ہے۔ وہ تحریر اس راقم کے پاس محفوظ ہے۔

(۵) یہ اشکال غور وفکر کے بعد سامنے آیا، اور انجام کار کے لحاظ سے اشکال نمبر دوم کے قریب ہے۔

(۶) الأصل للشیبانی، کتاب الحوالة والکفالة، باب تأخیر المال القرض، ج10، ص.508

(۷) الاختیار لتعلیل المختار، کتاب البیوع، شروط صحة البیع، ج2، ص.9

(۸) تبیین الحقائق باب المتفرّقات بعد باب السّلم، ج4ص.131

(۹) المبسوط للسرخسی، کتاب الدعوی، باب الدعوی فی المیراث، ج17، ص.42

(۱۰) شرح السیر الکبیر، باب کیفیة قسمة الغنیمة وبیان من یستحقها ممن جاء بعد الإصابة، ص .1014

یاد رہے کہ یہاں صرف امام سرخسیؒ کی تقریر کا حاصل ذکر کرنا مقصود ہے، ورنہ تو بعض فقہائے کرام کے نزدیک خود یہ بات بھی من کل الوجوہ خلاف قیاس نہیں ہے، چنانچہ علامہ محقق ابن الہمامؒ نے ہدایہ کی مختلف شروح کے حوالہ سے ''مبسوط'' کی یہ تقریر ذکر فرمائی ہے اور اس کے بعد اس پر اشکال قائم کرکے یہی نتیجہ اخذ فرمایا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

(۱۱) أقول: بین أول کلامهم هذا وآخره تدافع، لأنهم صرحوا أولا بأن مشروعیة استعمال القرعة هاهنا جواب الاستحسان، والقیاس یأبی ذلك لکونه فی معنی القمار .وقالوا آخرا إن هذا لیس فی معنی القمار، وبینوا الفرق بینه وبین القمار، وذکروا ورودنظائر له فی الکتاب والسنة، فقد دل ذلك علی أنه لیس مما یأباه القیاس أصلا بل هو مما یقتضیه القیاس أیضا فتدافعا .فتح القدیر، کتاب القسمة، فصل فی کیفیة القسمة، ج9ص.441

(۱۲) المبسوط للسرخسی، کتاب القسمة، ج15، ص.7

(۱۳) المبسوط للسرخسی، کتاب العتق، باب لوجوه من العتق، ج7، ص.75

(۱۴) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق الشلبی ، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ج٦، ص ٢٢٧)

جناب صابر علی
شاعر، ادیب، نقاد مترجم

برطانوی استعمار کی آمد تسلط اور نفوذ میں ریسورس پرسن کا کردار

بہت سارے لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ برطانوی استعمار کے ہاتھوں اہل برصغیر کو میدان جنگ میں ہونے والی شکست اکثر و بیشتر کسی واقعاتی عسکری تصادم کا نتیجہ ہونے کی بجائے بہت حد تک خود اختیاری تھی، جناب صابر علی صاحب کا درج ذیل وقیع مضمون اسی سانحہ کے فکری پس منظر کو نہایت اختصار مگر جامعیت کے ساتھ پیش کرتا ہے، ملاحظہ فرمائیں

برصغیر میں استعمار کے تعارف، فعالیت، کارکردگی، نفوذ، تسلط اور پہچان میں کلیدی کردار ادا کرنے والے عارضی اجرتی افراد تھے، ان کی حیثیت اور کردار کو بہتر طور پر سمجھنا ہو تو غیر ملکی فنڈنگ پر چلنے والی این جی اوز میں (Resource Persons) ریسورس پرسن نامی مخلوق کا تعارف حاصل کیجیے! یہ ریسورس پرسن ہی کمپنی کا اصل اثاثہ تھے جیسا کہ دنیا کی ہر این جی او میں ہوتے ہیں، یہ مستقل ملازم نہیں ہوتے بلکہ انہیں پراجیکٹ وائز محنتانہ ملتا ہے، بعض مرتبہ تو ماہانہ یا یومیہ بنیادوں پر قلیل اجرت ہی دی جاتی ہے تاہم اجرت کی مقدار کا انحصار پراجیکٹ کی حساسیت، جغرافیائی وقوع، فنڈنگ کی مقدار اور ادارے کی پروفیشنل دیانت داری پر بھی ہوتا ہے۔

ریسورس پرسن کی اہلیت

ریسورس پرسن کی اہم ترین اہلیت (Coalification) اس کا لوکل ہونا ہے یعنی جس علاقے میں پراجیکٹ شروع ہوتا ہے ریسورس پرسن اسی علاقے سے لیا جاتا ہے، اس کی جان پہچان ہوتی ہے لیکن یہ زیادہ سمجھ دار یا تعلیم یافتہ نہیں ہوتا مگر پر اعتماد، چرب زبان، مہم جو اور مسابقت کا جذبہ رکھنے والا ہوتا ہے اور اس کے اعتماد کی وجہ بھی عموماً اس کی کم علمی اور بے شعوری ہوتی ہے، اس کی سوچ ذرا مختلف اور رجحانات ترقی پسندانہ ہوتے ہیں، عمر کے لحاظ سے نوجوان ہوتے ہیں۔

ریسورس پرسن کا کام

یہ کرتے کیا ہیں؟ آیئے! جاننے کی کوشش کرتے ہیں، ہر این جی او چاہے مقامی ہو یا غیر ملکی، اپنے کام کے لحاظ سے کمیونٹی میں اجنبی ہوتی ہے یعنی یہ جو کام کرتی ہے یا جو سوچ اور خیالات پھیلاتی ہے وہ مقامی لوگوں کے لئے اجنبی ہوتے ہیں، ایسٹ انڈیا کمپنی بھی برصغیر میں اجنبی تھی، اس کے افراد، تصورات اور طرزِ زندگی بھی باشندگانِ برصغیر کیلئے اجنبی تھا، گویا دو تہذیبوں کے درمیان ایک خلیج یا گڑھا موجود تھا جسے پار کرنے کیلئے طرفین کو کوئی واسطہ اور وسیلہ درکار تھا، ہر شخص اجنبیوں سے خائف اور چوکنا رہتا ہے اوران کے بارے میں متجسس بھی ہوتا ہے اگر اجنبی بالکل انوکھے ڈھنگ کا ہو اور شرافت کے لبادے میں آیا ہو تو اس کیلئے رعب اور احترام کے ملے جلے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں، ایسے میں ریسورس پرسن آگے بڑھتا ہے اور ایک دوسرے سے اجنبی تہذیبوں کے درمیان واسطے کا کام کرتا ہے، آنے والا اجنبی اس ریسورس پرسن سے ہاتھ ملاتا ہے اور انسیت دکھاتا ہے، یہ ریسورس پرسن گڑھے کو پر نہیں کرتا، نہ ہی اس پر کوئی پل بناتا ہے، یہ خود اس گڑھے میں اتر کر اس قدر جھکتا ہے کہ مرغا بن جاتا ہے، اس کا دہن اور دبر دونوں آنے والے اجنبی کی طرف ہوتے ہیں اور سر مقامی لوگوں کی طرف ہوتے ہوئے بھی یہ ان سے منہ موڑے ہوئے رہتا ہے، اجنبی نو وارد اس کی پیٹھ پر سے گزر کر مقامی لوگوں میں داخل ہوتا ہے اور جب اس طرح سے داخل ہوتا ہے تو گویا مقامی معرفت سے آتا ہے، اس لئے اسے باہر نہیں نکالا جاتا۔

ریسورس پرسن مخمصے اور تضادات کا شکار

ریسورس پرسن (Resource Persons) کی یہ وجودی پوزیشن اس کے نفسی حال اور سماجی مقام کا بہترین اظہار ہے، یہ لوگ شعوری طور پر اجنبی تہذیب کے اجنبی افراد سے متاثر ہو کر ان سے ہاتھ ملانے میں پہل کرتے ہیں اور ہمیشہ مخمصے اور تضادات کا شکار رہتے ہیں، اجنبی تہذیب کے نمائندوں کو سر اٹھا کر دیکھنے کیلئے ان کے پاس وقت ہوتا ہے نہ ہمت اور ان کے اصل عزائم جاننے کی اہلیت بھی نہیں ہوتی، اجنبیوں کی مالی و مادی حیثیت اور وعدے انہیں مرعوب بلکہ مدہوش کرتے دیتے ہیں؛ انہیں روزگار مل جاتا ہے اور بعض کے تو نصیب جاگ اٹھتے ہیں، یہ لوگ اجنبیوں کی محدود تقلید سے آگے نہیں بڑھ سکتے یعنی اجنبی اطوار و اقدار کو اپنانا ان کی اختیاری مجبوری ہوتی ہے لیکن یہ اجنبیوں کے جیسے کبھی نہیں بن سکتے۔

ریسورس پرسن استعمار کے سہولت کار

یہ اپنے لوگوں میں تبدیلی لانے کے خواہاں ہوتے ہیں اس لئے اپنی تہذیب کا مکمل تعارف کرواتے ہیں، اجنبی انہیں اپنے مقاصد بتاتا ہے اور یہ انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ ان مقاصد کے حصول میں کون سی ممکنہ مشکلات اور رکاوٹیں ہوسکتی ہیں اور ان پر کس طرح قابو پایا جا سکتا ہے؟ یہ مخبری نہیں ہوتی بلکہ پراجیکٹ کیلئے لازمی انفارمیشن ہوتی ہے، ان لوگوں میں تبدیلی کی سوچ بذاتِ خود پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس کا محرک اجنبی کی آمد ہوتی ہے اور آنے والے ہی انہیں ریسورس پرسن بن کر تبدیلی کا ایجنٹ بننے پر راضی کرتے ہیں، یعنی آنے والی ممکنہ تبدیلی نوعیت کے لحاظ سے مقامی یا داخلی نہیں ہوتی، ریسورس پرسن کو یقین ہوتا ہے کہ تبدیلی مقامی لوگوں کے حق میں بہتر ہے لیکن اسے اس بات کا شعور بھی ہوتا ہے کہ وہ تو صرف اس عمل میں کیٹالسٹ یا سہولت کار کا کام سرانجام دے رہے ہیں خود کچھ نہیں کر سکتے، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنا معاوضہ لیتے ہیں لیکن اس معاوضے اور اپنے کام کو بھی مفادِ عامہ اور مقامی بہتری کے زمرے میں رکھتے ہیں، پھر یہ لوگ اپنے مقامی لوگوں کی کایاکلپ ہرگز نہیں چاہتے بلکہ کسی ایک پہلو یا ایک قدر کو تبدیل کرنے میں مدد دیتے ہیں اور خود کو اس محدود تبدیلی کا پروفیشنل ایکسپرٹ تصور کرتے ہوئے مقامی لوگوں کو لیڈر ہونے کا تاثر دیتے ہیں، اس لئے مقامی لوگوں کے مطالبات اور خواہش اجنبی تہذیبی نمائندوں تک پہنچانے کا وعدہ بھی کرتے ہیں، مزید یہ کہ یہ لوگ تبدیلی کا عمل رفتہ رفتہ چاہتے ہیں تاکہ ان کا سلسلہ روزگار چلتا رہے کیونکہ تبدیلی کا امکان موجود رہنا ہی ان کے وجود کا امکان بن جاتا ہے، ایک طرف تو انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ آنے والی تبدیلی مقامی لوگوں کی اپنی تصور کردہ یعنی اوریجنل اور حقیقی نہیں اور دوسری طرف یہ اس بات پر بھی نالاں ہوتے ہیں کہ مقامی لوگ اس تبدیلی کو قبول کیوں نہیں کر رہے؟ شرمندگی اور خدمت کے ملے جلے احساسات کے ساتھ کام میں لگے رہتے ہیں، زیادہ سے زیادہ مقامی اور زیادہ سے زیادہ کارآمد اور مفید ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

ریسورس پرسنز کے مقامی تہذیب پر مہلک اثرات

رجعتانہ ترقی پسندی کا یہی متناقض رویہ انہیں موجودہ اور آمدہ دونوں تہذیبوں سے خارج کر دیتا ہے یعنی یہ صحیح معنوں میں کسی بھی تہذیب کے باغی یا معتقد نہیں رہتے، اسی متناقض رویے کی بدولت ان کا اپنا معاشرہ انہیں غدار بھی نہیں کہہ سکتا لیکن ان کی سرگرمیوں سے متاثر ہوئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا؛ اسی طرح آمدہ تہذیبی نمائندے بھی انہیں اپنے حقیقی یا مستقل وفادار نہیں سمجھتے لیکن ان کے بغیر

وہ مقامی لوگوں سے تعامل برقرار بھی نہیں رکھ سکتے، ان کا خلوص اور اغراض خود انہیں، مقامی اور اجنبی تہذیب تینوں کو ایک پیچیدہ صورتحال سے دو چار کر دیتے ہیں، ان متعاملین یعنی ریسورس پرسنز کی پیدا کردہ صورتحال کا مہلک ترین اثر مقامی تہذیب پر ہوتا ہے، مقامی لوگوں میں تبدیلی آ رہی ہوتی ہے، وہ تبدیلی کو محسوس بھی کر رہے ہوتے ہیں لیکن اس تبدیلی کے براہِ راست عوامل کی نشاندہی کے قابل نہیں رہتے اور معلوم عوامل سے مخاصمت رکھنے کے باوجود انہیں ختم بھی نہیں کر سکتے لہذا تبدیلی کا حقیقی تجزیہ کرنے اور اس کیلئے فیصلہ کن یا اجتماعی موقف اختیار کرنے میں متامل یا اپاہج ہو جاتے ہیں، اول تو دشمن کی نشاندہی مشکل ہو جاتی ہے اور اگر ہو بھی جائے تو ان ریسورس پرسنز کی وجہ سے لڑائی تو ہوتی ہے لیکن جنگ کا کوئی جواز انہیں نظر نہیں آتا، وہ اس بات سے تو باخبر ہوتے ہیں کہ دشمن موجود ہے، تبدیلی آ رہی ہے لیکن اس تبدیلی کی یقینی نوعیت اور اسباب وعوامل بیان کرنے سے قاصر ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے مقامی لوگوں کیلئے ماضی کی طرف مراجعت اور مستقبل کی طرف مسابقت دونوں پر بیک وقت عمل کرنا ناممکن اور کسی ایک پر عمل کرنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے، وہ حالات کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں، تبدیلی کا محرک خارجی لیکن ذرائع داخلی ہونے کی وجہ سے انہیں بے چارگی کے کرب سے گزرنا پڑتا ہے، ان کیلئے اصل تہذیبی مسئلہ یہی ہوتا ہے کہ تبدیلی نہ تو اصلا خارجی ہوتی ہے نہ اصلا داخلی ہوتی ہے اور اس بندگلی میں داخل کرنے والے ریسورس پرسن ہوتے ہیں۔

استعمار کی آمد پر ریسورس پرسن کا استقبالیہ اور ہراول دستہ

برصغیر میں استعمار کی آمد اور تسلط میں وہ تمام لوگ ریسورس پرسن تھے جو خصوصا کمپنی کے سپائے (سپاہی) بنے اور عموما وہ جو کسی بھی شکل میں ملازم بنے، ان لوگوں نے آمد استعمار پر جو استقبالیہ دیا اس نے ہمیں بزدل یا ڈرپوک نہیں بنایا بلکہ استعمار کے احترام میں مبہوت کر دیا، یہ ریسورس پرسن ہمارے اپنے اور استعمار کا ہراول دستہ تھے اور اپنوں سے جنگ کا ہمارے پاس کوئی جواز نہیں تھا، اس لئے ہم نے ناراضگی اور چڑ میں لڑائی تو کی لیکن کوئی جنگ نہ لڑی، استعمار آج بھی اعتراف کر رہا ہے کہ مشنری جنگ ہو یا عسکری، فتح پانے کی ہمت اس میں ماضی میں تھی نہ آج ہے اور بات بھی سچ ہے؛ جنگوں سے رقم اور عسکریت سے رنگین ماضی رکھنے والے وسیع وعریض ہندوستان میں تادمِ آخر چند ہزار فوج رکھنے والا استعمار خواب میں بھی فتح کا نہیں سوچ سکتا تھا۔

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی تقریب دستار بندی

۱۸/جنوری : جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی سالانہ تقریب دستار بندی کی پرنور اورمختصر تقریب جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ میں منعقد ہوئی ،جس میں پندرہ سو حفاظ ،فضلاء اور مفتیان کی دستار بندی کی گئی، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم ونائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے بخاری شریف کی آخری حدیث مبارک کا درس دیا، نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے تاریخی پس ومنظر پر روشنی ڈالی۔تقریب کے اختتام پر شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ نے اجتماعی دعا کی اور عالم اسلام کی یکجہتی وفلاح وبہبود کیلئے دعائیں کیں، اس کے علاوہ تقریب دستار بندی میں جامعہ کے مدرسین اور اہل علاقہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

خاندان حقانی میں دو حفاظ کی دستار بندی

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے خاندان میں دو نئے حفاظ کا اضافہ ہوا جن میں نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق صاحب کے چھوٹے فرزند حافظ محمد احمد اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب کے پوتے اور مولانا سلمان الحق صاحب کے فرزند حافظ محمد طٰہٰ نے قرآن کریم کے حفظ کی تکمیل کی ، جلسہ دستار بندی میں ان دونوں کی دستار بندی کی گئی ۔

حضرت مہتمم مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی مصروفیات

۲۸ نومبر: جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفی صاحب دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی، ملاقات کے بعد انہوں نے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کے درس بخاری شریف میں شرکت کی اور طلبائے کرام سے خطاب فرمایا، اسی طرح لاہور ،صوابی اور دیگر علاقوں سے آئے ہوئے علمائے کرام اور مہمانوں نے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی۔

۲۹ نومبر: باجوڑ ایجنسی، مہمند ایجنسی، تیمرگرہ ضلع دیر اور مختلف علاقوں کے مہمانان گرامی اور فضلائے کرام دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقاتیں کیں۔

۵ دسمبر: حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے اسلام آباد میں منعقدہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کانفرنس میں شرکت اور خطاب فرمایا آپ کے ہمراہ مولانا سلمان الحق بھی تھے۔

۶۔۷ر دسمبر: اسلام آباد، گوجرانوالہ، خیبر ایجنسی سے آئے ہوئے فضلائے کرام اور مہمانوں نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

۹ر دسمبر: فرانس اور تیونس سے آئی ہوئی تبلیغی جماعت نے دارالعلوم کا دورہ کیا اور حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات اور دعائیں حاصل کیں، ان کے ہمراہ رائیونڈ مدرسہ کے فضلائے کرام بھی تھے جنہیں حضرت مہتمم صاحب نے اجازت حدیث بھی دی۔

۱۱۔۱۲ نومبر: تاجکستان، کرغستان سے آئی ہوئی تبلیغی جماعت نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی، اس کے علاوہ لکی مروت، کراچی کے فضلائے کرام سے بھی ملاقاتیں کیں۔

۱۴ر دسمبر: ڈاکٹر الحاج محمد شریف کی بیوی کی تعزیت کے لئے حضرت مہتمم صاحب ان کے گھر تشریف لے گئے اور دعا کی۔

۱۷۔ دسمبر: جامعہ اسلامیہ بابوزئی مردان، مولانا امداداللہ ناظم تعلیمات بنوری ٹاؤن کراچی کے جلسہ دستار بندی میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ آپ کے ہمراہ مولانا سلمان الحق بھی تھے۔

۱۸۔۱۹ دسمبر: مولانا قاسم صاحب فرزند مولانا امیر بجلی گھر اور الحاج جناب عبدالعزیز صاحب نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

۲۷ دسمبر: دارالعلوم کے سالانہ جلسہ دستار بندی و امتحانات وفاق المدارس کے سلسلے میں میٹنگ ہوئی

۲۸ دسمبر: دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر میاں فیصل صاحب کے بیٹے کے نکاح میں شرکت کی۔

☆ ضلع پشاور کے فضلائے کرام سے حضرت مہتمم صاحب نے ملاقات کی۔

۳۱ جنوری: جامعہ حقانیہ کے مدرس مولانا عابد پشاوری کے مدرسہ میں ختم القرآن کے جلسہ دستار بندی میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔

۲۰ جنوری: دارالعلوم محمودیہ مٹہ مغل خیل کے دورہ حدیث مولانا حق نواز شہید کے مدرسہ کی طلباء کی حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی اور انہیں اجازت حدیث سے بھی نوازا۔

اقراءسکول کے منتظمین کے افراد کے اعلیٰ سطح افراد نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

حضرت نائب مہتمم مولانا حامدالحق حقانی صاحب کی مصروفیات

۷جنوری والدمحترم حضرت مولانا حامدالحق حقانی صاحب مدظلہ امیر جمعیت علما اسلام (س) و نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ جامعہ سیدنا بلال حبشیؓ خیرآباد ضلع نوشہرہ میں سالانہ تقریب دستار بندی میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور تقریب سے خطاب فرمایا۔

۸ جنوری: سلیمان خیل قبائل مومنٹ کے وفد کی جامعہ دارالعلوم حقانیہ آمد اور حضرت نائب مہتمم مولانا حامدالحق حقانی صاحب مدظلہ سے ملاقات۔ ملکی سیاسی صورتحال اور انتخابات میں سیٹ ایڈجسٹمنٹ پر تبادلہ خیال کیا گیا۔

۱۲جنوری: جامعہ کی سیکورٹی پر کئی سال سے مامور پولیس سپاہی خواجہ محمد کی جامعہ میں طبیعت ناسازی اور اچانک حرکت قلب بند ہونے سے انتقال ہوگیا تھا۔ حضرت نائب مہتمم صاحب مدظلہ تعزیت کے لئے انکے گاؤں خیشگی ضلع نوشہرہ تشریف لے گئے اور مرحوم کے اہل خانہ سے تعزیت کی۔

۱۳جنوری: نیشنل پریس کلب اسلام آباد میں مسلم لیگ ضیاالحق شہید کے سربراہ اور جنرل ضیاالحق شہید کے صاحبزادے جناب اعجاز الحق کے ہمراہ موجودہ ملکی سیاسی صورتحال پر مشترکہ پریس کانفرنس کی۔

۱۴جنوری: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ اور شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے دیرینہ ساتھی حضرت مولانا عبدالمعبودؒ کے فرزند معروف مذہبی رہنما حضرت مولانا مسعود الرحمٰن عثمانیؒ کی شہادت پر تعزیت کے لئے راولپنڈی تشریف لے گئے شہید کے برادران اور اہل خانہ سے تعزیت کی۔

۱۵جنوری: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کے ادارے جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ کی سالانہ تقریب ختم بخاری و دستار بندی میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔

۲۰جنوری: جمعیت علما اسلام (س) ضلع لاہور کے امیر مولانا قاری اعظم حسین کی والدہ کے انتقال پر تعزیت کے لئے ان کے گاں بیکی ضلع صوابی تشریف لے گئے

۲۱جنوری: جامعہ اسلامیہ اضاخیل بالا کی سالانہ تقریب دستار بندی میں شرکت کی۔

مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

تعارف وتبصرہ کتب

● **خیر القرون کی درسگاہیں اور انکا طریقہ تعلیم وتربیت** تالیف: مولانا محمد نورالحق علوی نور پوری

ضخامت: ۳۵۲ صفحات ناشر: مکتبہ دار التصنیف والادب دارالعلوم نورالاسلام حاجی شاہ اٹک 03035037412

علوم نبوت کی نشر و اشاعت، فروغ وتبلیغ، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا آغاز عہد نبوی سے ہی ہوا تھا، یوں علم وعمل، تعلیم و تربیت کا یہ سلسلہ الذہب تاہنوز جاری و ساری ہے، اہل علم وفضل نے علوم و معارف نبوت کو مختلف طروق سے ہر قسم کے انحراف وتحریف سے محفوظ و مامون رکھا، صفہ سے لے کر آج کے دینی مدارس تک سب نے علوم نبوت کی نشر و اشاعت کا فریضہ بخوبی انجام دیا، علم کیا ہے؟ علم کی اہمیت کیا ہے؟ علم کی ضرورت کیوں ہے؟ علماء کا مقام کیا ہے؟ عہد نبویؐ کی درسگاہیں کیسی تھیں؟ ان درسگاہوں سے علم کے چشمے کیسے پھوٹے ؟ عہد صحابہؓ میں درسگاہوں کی نہج کیسی تھی؟ عہد تابعینؒ میں کیسی درسگاہیں تھیں؟ خیر القرون کی درسگاہوں میں تعلیم وترتیب کا کیا طریق کار تھا؟ مدینہ منورہ میں علم کی مجالس کس نوعیت کی تھیں؟ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تربیت کیسے کی؟ بعد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے لوگوں کی تعلیم وترتیب کا انتظام کس نہج پر کیا؟ یہ سب باتیں آپ کو حضرت مولانا نورالحق علوی نور پوری کی کتاب میں پڑھنے کو ملیں گی۔

زیر تبصرہ کتاب ''خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا طریقہ تعلیم و تربیت'' میں مؤلف موصوف نے خیر القرون کی تعلیم و تربیت، وہاں کے ماحول، وہاں کی علمی و دینی مجلسوں اور اس دور کے اسلوب کے مظاہر کو آساں اور خوبصورت پیرائے، قابل فہم انداز میں مستند حوالوں کے ساتھ اس تصنیف لطیف میں مرتب کرنے کی کوشش کی ہے، مؤلف موصوف صاحب علم ہونے کے ساتھ صاحب مطالعہ بھی ہیں، یہ کاوش بھی ان کی بیسیوں کتابوں کے مطالعے کا حاصل مطالعہ ہے، اہل علم و عامہ الناس کے لئے یہ شاہکار ایک بیش بہا خزینہ اور انمول تحفہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت عطا فرمائے (آمین)

● **صاحبِ سوات** (حضرت مولانا عبدالغفور اخوندؒ)

تصنیف: مولانا سید محمد اسماعیل گیلانی طوروی ترجمہ: مولانا محمد ظہور الحق طوروی

تدوین نو: پروفیسر ڈاکٹر سید راشد علی ضخامت: ۱۹۵ صفحات

صاحبِ سوات حضرت مولانا عبدالغفور اخوندؒ نہ صرف یہ کہ شیخ طریقت تھے بلکہ ایک اعلیٰ پایہ کے عالم بھی تھے، ایک طرف حضرت کی ذات والا صفات منبع رشد و ہدایت تھی تو دوسری طرف وہ ایک بہادر اور نڈر مجاہد بھی تھے۔ ان کی حیات و خدمات اور کارناموں کی ایک طویل تاریخ ہے، ان کے علوم و معارف اور احوال زندگی کو ان کے عقیدت منداور فیض یافتہ حضرت مولانا سید محمد اسماعیل گیلانی طوروی نے ''صاحب سوات'' کے نام سے فارسی میں لکھے جسے بعد میں مولانا محمد ظہور الحق صاحب نے عام فہم سلیس اردو زبان میں منتقل کیا لیکن مرور زمانہ کے ساتھ پھر یہ تاریخی کتاب نایاب ہوئی جس کی پروفیسر ڈاکٹر سید راشد علی طوروی صاحب نے ستر سال بعد تدوینِ نو کی اور بخار اعلمی و ادبی مرکز طورمردان سے شائع کر کے منظر عام پر لانے کی سعادت حاصل کی۔

زیر تبصرہ کتاب ''صاحب سوات'' میں مصنف موصوف نے شیخ عبدالغفور اخوند کے احوال زندگی، علوم و معارف، رموز و اسرار ذکر کئے ہیں، آپ کی خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ تصوف اور تزکیہ کے متعلق بہت سے مباحث و موضوعات پر بھی سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے، ''صاحب سوات'' کے احوال و آثار اور علوم و اسرار سے آگہی حاصل کرنے کے لئے یہ ایک بہترین کاوش ہے، پروفیسر ڈاکٹر سید راشد علی طوروی اسکی تدوین نو پر قابل صد تحسین اور لائق داد ہے، یہ کتاب (03009176294) اس نمبر پر رابطہ کر کے حاصل کی جاسکتی ہے۔

● **تذکرہ جمیل** (داستان عزم و ہمت رئیس الحفاظ علامہ محمد عبدالجمیل)

تالیف: پروفیسر محمد طیب اللہ ضخامت: ۱۸۴ صفحات

ناشر: مکتبہ الاحرار چارسدہ روڈ مردان 0333 8745176

اس پر فتن اور پر آشوب دور میں دین پر کار بند رہنا اور دینی شخصیات اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنا تب ہی ممکن ہوسکے گا جب ہم اپنے اسلاف و اکابر پر لکھی گئی کتابوں سے استفادہ کریں اور اسلاف و اکابر کے کارناموں سے آگاہی تب ممکن ہے جب کوئی صاحبِ علم ان کے کارناموں اور ان کی حیات و خدمات کے روشن پہلوؤں کو نسلِ نو کے سامنے لانے کی ہمت کر کے اس پر خامہ فرسائی کرے۔

زیر تبصرہ کتاب ''تذکرہ جمیل'' ایسے ہی ایک صاحب عزم و ہمت شخصیت کے کارناموں اور خدمات سے مزین کاوش ہے جو فارسی زبان میں لکھی گئی ہے جو خود رئیس الحفاظ علامہ محمد عبد الجمیل صاحبؒ کی خودنوشت حیات ہے، پروفیسر محمد طیب اللہ صاحب نے اس کتاب کو فارسی زبان سے اردو میں ترجمہ کر کے عام فہم زبان، سلیس اور شگفتہ انداز میں مرتب کیا ہے، اس کتاب میں علامہ محمد عبدالجمیل صاحبؒ (طورو مردان) کی حیات و خدمات پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے اور بہت عمدہ انداز میں موصوف کے حالات، خدمات اور کارناموں کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے، تذکرہ و سوانح سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ ایک مفید اور دلچسپ کتاب ہے۔

- **توضیح البیوع** تالیف: مولانا مفتی فیض محمد فیض

ضخامت: ۱۷۶ صفحات ناشر: جامعہ عمر فاروق نوتھیہ صدر پشاور 0302 8197474

اسلام دین فطرت اور ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس کی تعلیمات بھی آفاقی و ہمہ گیر ہیں جس نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر ہر حوالے سے رہنمائی فراہم کی ہے اور زندگی سے متعلق تمام شعبوں میں اس کی ہدایات موجود ہیں۔انسانی زندگی سے وابستہ ایک شعبہ تجارتی معاملات کا بھی ہے جس کے بغیر روئے زمین پر زندگی گزارنا مشکل اور دشوار ہے، تاہم اگر تجارتی معاملات میں اسلامی تعلیمات سے ہٹ طریقہ اپنایا جائے تو پھر بھی یہی تجارتی معاملات پورے معاشرے کیلئے ایک ناسور اور عذاب بن کر دوسروں کی حق تلفی کا باعث بنیں گے، اس لئے اسلام نے جس طرح دوسرے شعبوں میں واضح ہدایات فراہم کیں ہیں اسی طرح تجارتی معاملات میں بھی رہنما اصول اور ضوابط پیش کئے ہیں، تجارتی معاملات پر قرآن و حدیث کے علاوہ فقہ اسلامی کا وافر کتابی ذخیرہ موجود ہے اور مستقل کتابیں بھی مختلف زبانوں میں اس پر لکھی گئی ہیں اور تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، اس سلسلے کی ایک کڑی مولانا مفتی فیض محمد فیض کی کتاب بھی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''توضیح البیوع'' میں مؤلف موصوف نے نہایت عرقریزی کے ساتھ بیوعات کی جدید شکلوں اور صورتوں پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے، خرید و فرخت کے چند عمومی ضوابط، بیع کی حیثیت اور تعریف، بیوعات کی اقسام، شرائط اور محرمات پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، مالی و تجارتی معاملات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے یہ ایک مفید کاوش اور قیمتی سوغات ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو شرفِ قبولیت سے نوازے (آمین)